بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حیاتِ نظامی

مرتبہ

جناب مولوی احمد میاں اختر جوناگڈھی

باہتمام اسحاق علی علوی

النّاظر پریس واقع چوک لکھنؤ میں چھپی

قیمت ۱۲/

# مشہور اساتذۂ اُردو کی کتابیں

## تصانیف مرزا غالب مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| اُردوے معلّی | عہ/ |
| عود ہندی | ۱۰/ |
| دیوان غالب معہ شرح حسرت موہانی | عہ/ |
| ,, خاص ایڈیشن | عہ/ |

## تصانیف سید احمد خاں مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| خطبات احمدیہ تقطیع کلاں | سے/ |
| ,, تقطیع خُرد | عہ/ |
| آثار الصنادید | ے/ |
| النظر فی بعض مسائل | ۱۲/ |
| سفرنامۂ پنجاب | عہ/ |
| اسباب بغاوتِ ہند | ۴/ |
| سیرتِ فریدیہ | ۱۰/ |
| مقالات سرسید | عہ/ |
| انشاء اللہ | ا/ |
| ایک نادان خداپرست | ا/ |

## تصانیف مولوی محمد حسین آزاد

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| آبِ حیات | عہ/ |
| دربار اکبری | ے/ |
| سخندان فارس | سے/ |
| نیرنگ خیال | ۸/ |
| نظم آزاد | ۹/ |
| قند پارسی | ۹/ |
| نصیحت کا کرن پھول | ۵/ |
| سیاک نماک | ۹/ |
| دیوان ذوق مرتبہ آزاد | عہ/ |

## تصانیف مولانا حالی مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| حیاتِ جاوید | ے/ |
| یادگار غالب | عا/ |
| حیات سعدی | عہ/ |
| مجموعۂ نظم حالی | ۸/ |
| مسدس حالی | ۸/ |
| شکوۂ ہند | ۲/ |
| بیوہ کی مناجات | ۲/ |
| الدین یسر | ۳/ |
| مثنوی حقوقِ اولاد | ۲/ |

## تصانیف مولوی ڈپٹی نذیر احمد خاں مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| ابن الوقت | ۱۲/ |
| رویاے صادقہ | عہ/ |
| فسانۂ مبتلا | ۱۰/ |
| ایامیٰ | ۱۰/ |
| الحقوق و الفرائض (۳ جلد) | للعہ/ |
| توبۃ النصوح | ۸/ |
| مرأۃ العروس | ۸/ |
| بنات النعش | ۸/ |
| چند پند | ۴/ |
| منتخب الحکایات | ۴/ |
| اجتہاد | عہ/ |
| مبادی الحکمۃ | ۸/ |
| مصائب غدر | ۸/ |
| مجموعۂ نظم بے نظیر | عہ/ |
| موعظۂ حسنہ | ۱۰/ |

## تصانیف مولانا شبلی مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| الفاروق | عا/ |
| الغزالی | عا/ |
| المامون | ۲/ |
| سیرۃ النعمان | عہ/ |
| سوانح مولانا روم | عہ/ |
| علم الکلام | عہ/ |
| الکلام | عہ/ |
| سفرنامۂ شام روم و مصر | ۵/ |
| رسائل شبلی | ۱۲/ |
| مقالات شبلی | عہ/ |
| مضامین عالمگیر | عہ/ |
| بیان خسرو | ۱۰/ |
| مثنوی صبح امید | ۴/ |
| کتب خانہ اسکندریہ | ۵/ |
| اسلامی حکومت | ۲/ |
| زیب النسا | ا/ |
| جہانگیر | ۲/ |
| دیوان شبلی (فارسی) | ۸/ |
| ,, بوے گل | ۴/ |
| ,, دستہ گل | ۴/ |

## تصانیف نواب محسن الملک مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| مسلمانوں کی تہذیب | ۴/ |
| مطلع العجائب | عہ/ |
| مسلمانوں کی ترقی اور تنزل | |
| تنزل کے اسباب | ۸/ |

## تصانیف مولوی چراغ علی مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| سلیمان | ۴/ |
| احسان عام | ا/ |

## تصانیف مولانا اثر شہری مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| حیات انیس | عا/ |
| ایشیائی شاعری | عہ/ |
| نورجہاں | ۸/ |
| ٹیپو سلطان | ۸/ |
| حیدر علی سلطان | ۱۲/ |
| اُردو کا گلدستہ | ۴/ |
| رہنماے حیدرآباد دکن | ۸/ |
| ادیب | ۸/ |

## تصانیف خلیفہ محمد حسین مرحوم

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| وقائع سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر | ے/ |
| تاریخ ٹیپار | عا/ |

## تصانیف مولانا اسلم جیراجپوری

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| حیات حافظ | عہ/ |
| علوم عرب | عہ/ |
| خواتین | ۴/ |
| حیات جامی | ۸/ |

## تصانیف خواجہ غلام الحسنین پانی پتی

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| دستور المعلمین | ۴/ |
| معیار الاخلاق | ۲/ |
| تربیت اولاد | ۴/ |

# فہرست مضامین حیاتِ نظامی

# مشاہیر کے تذکرے

| کتاب | مصنف | قیمت |
|---|---|---|
| تذکرۃ المصطفےٰ | پروفیسر نواب علی ایم اے | عمہ/ |
| پیارے نبی کے پیارے حالات (۴ جلد) | جناب فیروز الدین ڈسکوی | للعمہ |
| سوانح حضرت محمد صلعم | مہاشے پرکاش دیو جی | ۵/ |
| بدھ دیو جی کی سوانح عمری | " | ۱۰/ |
| سلیمان علیہ السلام | مولوی چراغ علی مرحوم | ۱۲/ |
| الصدیق | حافظ عبد الرحمن امرتسری مرحوم | عہ |
| المرتضیٰ | " | عہ/ |
| الفاروق | مولانا شبلی نعمانی مرحوم | ۱/۹ |
| سیرۃ النعمان | " | عہ/ |
| الغزالی | " | ۱/ |
| سوانح مولانا روم | " | عہ/ |
| المامون | " | عہ/ |
| بیان خسرو | " | ۱۰/ |
| جہانگیر | " | ۴/ |
| زیب النسا | " | ۱/ |
| جنید بغدادی | مولانا عبد الحلیم شرر | عہ/ |
| ابوبکر شبلی | " | ۸/ |
| مخدرات | " | عہ/ |
| حیات جاوید | مولانا حالی مرحوم | ۱/۴ |
| یادگار غالب | " | ۱/ |
| حیات سعدی | " | عہ/ |
| آب حیات | مولانا محمد حسین آزاد مرحوم | ۲/ |
| نظام الملک طوسی | مولوی عبد الرزاق کانپوری | صہ/ |
| البرامکہ | " | ۲/ |
| حیات انیس | مولوی امجد علی اشہری | ۱/ |
| نورجہاں | " | ۸/ |
| حیدر علی سلطان | " | ۲/ |
| ٹیپو سلطان | " | ۸/ |
| حیات حافظ | مولوی محمد اسلم جیراجپوری | عہ/ |
| حیات جامی | " | ۸/ |
| خواتین | " | عہ/ |
| زندگانی بینظیر | پروفیسر شہباز مرحوم | ۱/ |
| واقعات انیس | منشی مہدی حسن احسن لکھنوی | ۱/ |
| علمائے سلف | مولوی حبیب الرحمن شروانی | ۱۲/ |
| الہارون | مولوی معین الدین شاہجہانپوری | عہ/ |
| اورنگ زیب | مولوی مصباح الدین احمد | عہ/ |
| حیات خسرو | منشی سعید احمد مارہروی | ۱۲/ |
| حیات صالح | " | ۴/ |
| حیات النذیر | مولوی افتخار عالم مارہروی | ۷/ |
| دبدبۂ امیری | سید محمد حسن بلگرامی | ۱/ |
| تذکرہ امام سویدی | حکیم مولوی محمد حسین طبیب | عہ/ |
| عمر پاشا | منشی غلام قادر فصیح | ۱/ |
| مشاہیر الاسلام (۲ جلد) | ترجمہ از کتاب علامہ ابن خلکان | صہ/ |
| نعمت عظمیٰ (۲ جلد) | ترجمہ از کتاب امام عبد الوہاب شعرانی | صہ/ |
| گلشن ہند | میرزا علی لطف | عہ/ |
| خمخانۂ جاوید (۳ جلد) | لالہ سری رام ایم اے | معہ/ |
| اکبر | منشی محمد لطیف بی اے مرحوم | صہ/ |
| اورنگ زیب | " | عہ/ |
| سوانح لقمان | مرزا حیرت دہلوی | ۴/ |
| سوانح افلاطون | " | ۴/ |
| سوانح ارسطو | " | ۴/ |
| ابو الحسن علاوہ پیازہ | منشی محمد الدین فوق | ۴/ |
| حیات ٹوڈرمل | " | ۴/ |

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

۷۸۶

# حیاتِ نظامی

سلجوقیوں کا عہدِ سلطنت اسلامی تاریخ میں ایک شاندار اور ممتاز درجہ رکھتا ہے[۱] - اس خاندان کے اوجِ شباب کا زمانہ ملک شاہ اور سنجر کا زمانہ ہے، اور یہی دَور فارسی شاعری کا معراج شباب ہے. خصوصًا سلطانِ سنجر کے عہدِ فرخ عہد میں لٹریچر اور سائنس کو جو ترقی حاصل ہوئی اسکی نظیر کسی دوسرے کے عہد سلطنت قبل یا بعد میں نہیں پائی جاتی. جبکہ ایران میں عربی کی نہایت اہم اور ضروری تصانیف مہیا کی جارہی تھیں، سنجر کے عہد میں فارسی مصنفین نظم و نثر کی تعداد روزافزوں تھی. اسی عہدِ زرّیں میں فارسی کے بےمثل اور زبردست شاعر حضرت نظامی گنجوی پیدا ہوے.

**نام و نسب ولادت** الیاس نام، ابو محمد کنیت، اور نظام الدین انکا لقب تھا جس پر سے انھوں نے اپنا تخلص نظامی اختیار کیا. انکے باپ کا نام یوسف بن زکی مؤید تھا[۲]

---

۱ محمڈن ڈنیسٹیز از اسٹینلی لین پول صفحہ ۱۴۹

۲ انکے نام میں تذکرہ نویسوں کا بہت کچھ اختلاف ہے :-

(۱) دولت شاہ (تذکرہ صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ یورپ) :- "شیخ نظامی وھو ابو محمد الیاس یوسف ابن موید"

(۲) حاجی خلیفہ (کشف الظنون جزو الثانی صفحہ ۴۲) "نظامی وھو الشیخ جمال الدین ابو محمد یوسف بن موید".

(۳) آذر اصفہانی (آتشکدہ صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ بمبئی) "ابو محمد نظام الدین احمد یوسف".

(۴) سرگور اوسلی (تذکرۂ شعرائے فارسی صفحہ ۴۳) "ابو محمد بن یوسف بن موید شیخ نظام الدین".

(۵) ڈاکٹر ریو (فہرست برٹش میوزیم) "نظام الدین ابو محمد الیاس بن یوسف".

(۶) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (جلد ۱۰ صفحہ ۵۲۱) "نظام الدین ابو محمد الیاس بن یوسف".

اصل وطن انکا تفرش (اعمال قُم سے) ہے. والد اجد انکے گنجہ[۱] میں جو آذربائجان کے
کے معتبر شہروں میں سے ہے آکر رہے. اور وہیں نظامی پیدا ہوے. خود سکندر نامہ بحری میں فرماتے ہیں

"نظامی ز گنجینہ بکشائے گنج　　گرفتاریِ گنجہ تا چند چند
چو دُر گرچہ در بحر گنجہ گمم　　ولے از قہستانِ شہر قمم"[۲]

انکی تاریخِ ولادت کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھی. لیکن یہ صحیح ہے کہ نظامی نے سنہ ۵۹۹ھ
مطابق سنہ ۳-۱۲۰۲ء وفات پائی[۳]. اور چونکہ اُنھوں نے ۶۳½ برس کی عمر پائی اس لیے سالِ ولادت
سنہ ۵۳۵ھ مطابق سنہ ۴۱-۱۱۴۰ء سمجھنی چاہیے[۴].

---

(۷) ڈاکٹر ولیم باخر (لٹریری ہسٹری آف پرشیا از پروفیسر براؤن جلد دوم صفحہ ۴۰۱) "الیاس بن یوسف بن زکی مؤید".
ان سب میں موخرالذکر زیادہ صحیح ہے کیونکہ خود نظامی نے لیلیٰ مجنوں میں اپنے نام کی تشریح کر دی ہے.

"در خطِ نظامی ار نہی گام　　بینی عددِ ہزار و یک نام
والیاس کالف بری ز نامش　　ہم با نود و نہ است نامش
گر شد پدرم بہ نسبتِ جد　　یوسف پسرِ زکی مؤید"

[۱] روس کا ایک قصبہ ہے، اور اب Elizabethpol الزابتھ پول کہلاتا ہے.

[۲] آغا احمد علی (ہفت آسمان صفحہ ۲۶) لکھتے ہیں کہ جتنے نسخے سکندر نامہ بحری کے میری نظر سے گزرے، کسی میں یہ شعر نہیں پایا.

[۳]
(۱) دولت شاہ (تذکرہ صفحہ ۱۳۱) سنہ ۵۶۷ھ
(۲) حاجی خلیفہ (کشف الظنون صفحہ ۴) سنہ ۹۷-۵۹۶ھ
(۳) تاریخ جہاں آرا ...... سنہ ۵۹۷ھ
(۴) حبیب السیر ...... سنہ ۵۹۲ھ
(۵) وان ہیمر (ہسٹری آف پرشین لٹریچر)
(۶) وان اردمین (شروان ڈینسٹی)
(۷) نہل (ریفیس ٹو شاہنامہ)
} سنہ ۵۷۶ھ
(۸) تقی کاشی (۹) ڈاکٹر اسپرنگر کا سنہ ۶۰۶ھ
(۱۰) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (جلد ۱۹ صفحہ ۵۲۱) سنہ ۵۹۹ھ. ان سب میں موخرالذکر صحیح ہے.

[۴] نظامی نے لیلیٰ مجنوں کے دیباچہ میں جو سنہ ۵۸۴ھ میں لکھی گئی لکھا ہے کہ اسوقت انکی عمر ۴۹ برس کی ہے. سکندر نامہ پورا ہوا اسوقت انکی عمر ۶۳ برس کی تھی. اور چونکہ اسکے چند مہینوں بعد ہی نظامی نے وفات پائی اس لحاظ سے سالِ وفات سنہ ۵۹۹ھ ہوئی تو سالِ ولادت سنہ ۵۳۵ھ ہونی چاہیے.

اعزہ و اولاد

ایامِ طفولیت ہی میں سایۂ پدری سر سے اُٹھ گیا، ساتھ ہی انکی والدہ نے بھی جو کُردی نسل کی ایک رئیسہ تھیں اپنے شوہر کی پیروی کی۔ نظامی کی تعلیم و تربیت کا بار اِن کے ماموں خواجہ عُمر کے سر پڑا، لیکن اُس نے انکی چنداں خبر گیری نہیں کی۔ چنانچہ ان واقعات کی نسبت خود لیلیٰ مجنوں میں فرماتے ہیں :-

"باقی پدرم کہ ماند زادم | تا خونِ پدر خورم زعالم
گر مادرِ من رئیسۂ کُرد | مادر صفتانہ پیشِ من مُرد
کو خواجہ عمر کہ خال من بود | حالی شد نشش و بالِ من بود"

نظامی کے ایک بھائی قوامی مطرزی بہت بڑے شاعر تھے۔ انھوں نے ایک نہایت مشہور قصیدہ لکھا ہے۔ اس قصیدہ میں تمام صنائع و بدائع استعمال کیے گئے ہیں[۱]۔ یہ ۱۰۱ ابیات کا مرصع قصیدہ جو یورپ میں "Ornate Eulogy" "قصیدۂ مصنعہ" کے نام سے مشہور ہے کتابِ خرابات مصنفہ ضیا پاشا جلد اول صفحہ ۱۹۰-۲۰۱ پر مرقوم ہے۔ جسکا پہلا شعر یہ ہے :-

"اے فلک را ہوائے قدر تو بار | وے ملک را تنائے صدر تو کار"[۲]

اس میں صنعتِ ترصیع کے علاوہ حُسنِ مطلع بھی ہے۔ قوامی کے اشعار کا مجموعہ جو تقریباً ۶۲۴۶۴ ہے فی زمانا عجائب خانۂ لندن میں محفوظ ہے[۳]۔

خود نظامی کی تصانیف مُظہر ہیں کہ انھوں نے تین شادیاں کیں۔ اولاد میں ایک لڑکا محمد نامی تھا جو غالباً ۵۷۰ھ مطابق ۱۱۷۴-۷۵ء میں پیدا ہوا ہوگا، کیونکہ جب نظامی نے مثنوی لیلیٰ و مجنوں (۵۸۴ھ) ختم کی اُس وقت اُسکی عمر ۱۴ برس کی تھی، چنانچہ اسی مثنوی میں اپنے فرزندِ دلبند کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

---

۱۔ تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۱۲۸ مطبوعۂ یورپ۔

۲۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد دوم صفحہ ۴۷۔

۳۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد دوم صفحہ ۴۰۔

"اے چاردہ سالہ قرۃ العین! بالغ نظرِ علوم کونین
آں روز کہ ہفت سالہ بودی چوں گُل بچمن حوالہ بودی
واکنوں کہ بہ چاردہ رسیدی چوں سرو باوج سرکشیدی"

انکی ایک لڑکی بھی تھی۔ چنانچہ سکندرنامۂ بحری کے خاتمہ پر جبکہ انھوں نے اپنی لڑکی اور لڑکے محمد کو ملک نصرۃ الدین کی خدمت میں بھیجا تھا لکھتے ہیں:۔

"دو گوہر برآمد زدریاے من فروزندہ از روے شاں رائے من
یکے عصمت مریم یافتہ یکے نورِ عیسیٰ برتافتہ"

**تحصیل علوم**

نظامی نے درسی علوم کی تحصیل کی۔ انکے کلام سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تمام مروجہ علوم پر عبور حاصل کیا۔ خود بھی دعوے کرتے ہیں:۔

"ہر دانشے دفتر آراستہ ہر نکتۂ خامہ خواستہ
پذیرفتہ از ہر فنے روشنی جداگانہ از ہر فنے یک فنی"

مولانا جامیؒ[1] لکھتے ہیں کہ شیخ نظامی کو علومِ ظاہری، اور مصطلحاتِ رسمی سے بہرہ وافی حاصل تھا۔ لیکن وہ سب سے دست بردار ہوکر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ہرچہ ہست از دقیقہاے نجوم با یکایک نہفتہاے علوم
خواندم و سرِّ ہر ورق جستم چوں ترا یافتم ورق شستم
ہمہ را روے در خدا دیدم واں خدا بر ہمہ ترا دیدم"

**عام حالات و اخلاق و عادات**

شاعری کا مادہ نظامی میں فطرتاً مودّع تھا۔ شاعر ماں کے پیٹ ہی سے شاعر پیدا ہوتا ہے" گھر میں پہلے سے شاعری کا چرچا تھا اس لیے علوم درسی سے فارغ ہوکر شعرو سخن کی طرف متوجہ ہوگئے۔ دن بدن مشق بڑھتی گئی، اور انکے کلام کا شہرہ چاروں طرف پھیلتا گیا، جس نے سلاطینِ وقت کو اپنی طرف ملتفت کرلیا۔ وہ انکی بہت قدر ومنزلت کرتے تھے، اور اُن میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ نظامی اپنی کوئی تصنیف ہمارے نام پر معنون کرے۔

[1] نفحات الانس۔

نظامی صوفی مشرب تھے، اور انھیں شیخ اخی فرج زنجانی سے بیعت تھی[1]۔ عادات واخلاق کے لحاظ سے انکا کیرکٹر بالکل صاف و بے لوث ہے۔ وہ نہایت پرہیزگار، اور امورِ مذہبی میں محتاط تھے۔ تعصب نام کو نہ تھا۔ سب سے زیادہ قابلِ تعریف یہ بات ہے کہ وہ دخترِ رز سے عمر بھر نا آشنا رہے، جو اکثر شعرائے فارس کا غالب عنصر رہ چکی ہے۔ اسکا ذکر وہ خود سکندر نامۂ بری میں قسمیہ کرتے ہیں:-

"دگر نہ بہ ایزد کہ تا بودہ ام　　بہ مے دامنِ لب نیالودہ ام
گر از مے شدم ہرگز آلودہ کام　　حلالِ خدا بر نظامی حرام"

کہتے ہیں کہ آخر عمر میں شیخ نے خلوت نشینی اختیار کرلی تھی، اور لوگوں سے بالکل اختلاط نہ رکھتے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:-

"گلِ رعنا درونِ غنچۂ حزیں　　ہمچو من گشتہ اعتکاف نشیں"[2]

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اتابک قزل ارسلاں کو شیخ نظامی سے ملنے کی خواہش ہوئی، اور اپنا آدمی انکے بلانے کو بھیجا، معلوم ہوا کہ شیخ نے گوشہ نشینی اختیار کی ہے، اور صحبت حکام و سلاطین سے محترز ہیں۔ چنانچہ اتابک خود امتحاناً شیخ کے دیکھنے کو گیا۔ انھوں نے ازروے کرامت معلوم کرلیا کہ اتابک میرے امتحان کو آتا ہے، اور مجھے درویش بینوا و گوشہ نشیں سمجھ کر حقارت سے دیکھتا ہے۔ شیخ نے اپنی کرامت کا ایک شمہ اُسکو دکھلا دیا۔ اُس نے دیکھا کہ زر و جواہر سے مرصع ایک تخت شاہانہ بچھا ہوا ہے اور شیخ اس تخت پر جلوہ فروز ہیں۔ ایک لاکھ غلام مع مصاحبوں اور ندیموں کے صف بستہ کھڑے ہیں۔ اتابک نے بکمالِ عجز و عقیدت مندی شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیا، اور اُس کا اعتقاد شیخ کے بارے میں زیادہ راسخ ہوگیا، اور اسکے بعد سے شیخ کی نظرِ التفات بھی اُسپر رہا کرتی گاہ بگاہ اُس سے ملنے جایا کرتے تھے[3]

[1] تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۱۲۸ مطبوعۂ یورپ۔ [2] تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۱۲۸ [3] تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۱۲۹ آتشکدہ صفحہ ۲۴۲۔ تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۳۵-۳۴ Dole Persian poets صفحہ ۹۰

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں :-

"شیخ نظامیؒ نے عمر گرانمایہ اول سے آخر تک قناعت و تقوی، اور عزلت و انزوا میں گزردی اور ہرگز تمام شاعروں کی طرح غلبۂ حرص و ہوا سے ارباب دنیا کی ملازمت اختیار نہیں کی بلکہ سلاطین روزگار اُن سے برکت اور فیض حاصل کرتے تھے"۔ ؎۱

چنانچہ خود ہفت پیکر میں فرماتے ہیں :-

"چوں بعہد جوانی از برِ تو | بدرِ کس نرفتم از درِ تو
ہمہ را بر درم فرستادی | من نمی خواستم تو میدادی
چونکہ بر درگہِ تو گشتم پیر | زانچہ ترسید نیست دستم گیر"

نظامیؒ کی عزلت گزینی کا خاص سبب تقاضاے سن ہے جسکی نسبت وہ سکندر نامۂ بری میں کہتے ہیں

"توانم درِ زہد بر دوختن | بہ بزم آمدن مجلس افروختن
ولیکن درختِ من از گوشہ رست | زجا گر بجنبم شود بیخ سُست
چلہ چوں چہل گشت خلوت ہزار | بہ بزم آمدن دُور باشد زکار
.......... | ..........
ہماں بہ کہ با ایں چنیں باد سخت | بروں ناورم چوں گل از گوشہ رخت
بجود گم شوم خلق را رہنماے | ہمایوں زکم دیدن آمد ہماے
سرم پیچد از خفتن و تاختن | ندانم دگر چارہ ساختن
ملالت گرفت از من ایام را | بہ گنجِ ارم بردم آرام را
درِ خانہ را چوں سپہرِ بلند | زدم بر جہاں قفل و بر خلق بند"

**مدح گوئی**

مذکورۂ بالا فیکٹس کے علاوہ نظامیؒ کے حالات بہت کم دریافت ہوئے ہیں جس کا سبب تذکرہ نویسوں نے انکی گوشہ نشینی قرار دیا ہے۔ لیکن ایک حد تک یہ صحیح نہیں۔ ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ نظامی نے اپنی اواخر زندگی میں گوشہ نشینی اختیار کی تھی اسلیے انکے مزید حالات

؎۱ نفحات الانس

و سوانح کا دریافت ہونا کوئی دشوار امر نہ تھا۔ لیکن نہایت ہی قابل افسوس امر یہ ہے کہ جو تذکرہ نویس خود نظامی کے معاصرین تھے یا انکے بعد ہوے اُنھوں نے نظامی ایسے بلند پایہ شاعر کے ساتھ بالکل اعتنا نہیں کیا، اور محض چند بے سر و پا باتوں، اور لفاظی کے سوا اور کچھ نہیں لکھا۔ ان میں سے ایک محمد عوفی[۱] بھی ہے۔

نظامی کے حالات میں سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہر تذکرہ نویس انکے اس وصف کا مداح ہے کہ وہ بادشاہوں کی بیجا خوشامد اور مدح سرائی سے پاک تھے[۲]۔ لیکن نظامی کی مثنویات میں جو مدحیات سلاطین کی پائی جاتی ہیں، ان میں اس قدر مبالغہ اور خوشامد پائی جاتی ہے جو عموماً درباری شعراء اور مداحوں کا طریقہ ہے۔

"اس سے بڑھکر یہ کہ جس بادشاہ کا ذکر کرتے ہیں اس طرح کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ انکو اُسکے سوا، کسی دربار سے تعلق نہیں، اور وہ اسکو فرمانروائے عالم سمجھتے ہیں۔ بے شبہ اُنھوں نے مدحیہ قصائد نہیں لکھے، لیکن مثنویوں میں اس زور کی مدحیں لکھیں جنکے آگے قصائد کی کوئی ہستی نہیں"[۳]: ملاحظہ ہو:۔

| | |
|---|---|
| "ولایت ستاں شاہ گیتی پناہ | فریدوں کمر بلکہ خاقاں کلاہ |
| ستارہ کہ بر چرخ ساید سرش | زدہ سکۂ عبدہٗ بر درش |
| چو تیر از کمان کمیں افگند | سر آسماں بر زمیں افگند |
| فرنگ و فلسطیں و رہبان و رُوم | پذیرائے فرمان مہرش چو موم" |

---
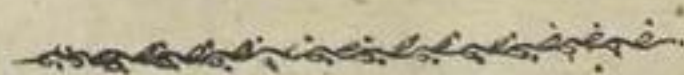
۱ عوفی چھٹی صدی ہجری میں گزرا ہے اور نظامی کا معاصر ہے اس نے تاریخ لباب الالباب لکھی ہے جسمیں ایک حصہ خاص شاعروں کے حالات میں ہے کتاب کو نایاب تھی پر وفیسر براؤن نے اسکی تصحیح کرکے لنڈن میں طبع کرائی ہے۔

۲ آتشکدہ۔ دولت شاہ۔ نفحات الانس۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ "فارسی شعراء" وغیرہ

۳ شعر العجم جلد اول صفحہ ۲۹۹ (مصنفہ علامہ شبلی)

## نظامی کی مثنویاں

ویس و رامین

آذر اصفہانی لکھتے ہیں کہ "سب سے پہلے نظامی نے "ویس و رامین[۱]" کے قصہ کو نظم کیا، یہ اُس زمانہ کی تصنیف ہے جبکہ ہنوز انکے کلام میں پختگی کا رنگ پیدا نہ ہوا تھا[۲]" اور آگے چل کر وہ لکھتے ہیں "لیکن فقیر کے زعم میں یہ جناب شیخ ہی کی تصنیف ہے بہرحال انکی دیگر تصانیف پر نظر کرتے ہوے قصہ مذکور کو شیخ سے نسبت دینے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی[۳]" بعض تذکرہ نویسوں کا قول ہے کہ یہ قصہ نظامی عروضی سمرقندی نے نظم کیا ہے[۴] لیکن عونی، جامیؔ، امین رازی، والہ داغستانی، آزاد بلگرامی، وغیرہ تذکرہ نویس اس قصہ کو فخرالدین اسعد جرجانی کی تصنیف بتلاتے ہیں۔ پروفیسر براؤن بھی لکھتے ہیں:-

"ویس و رامین" کو فخرالدین اسعد جرجانی نے نظم کیا ہے یہ ۱۰۴۸ء کی تصنیف ہے جبکہ سلطان طغرل اہل رومہ پر فتح پاچکا تھا، اور طغرل کے وزیر عمیدالدین ابوالفتح مظفر نیشاپوری کے نام پر معنون کی گئی ہے[۵]"

مثنوی "ویس و رامین" مذکور، ایک قلمی مسودہ پر سے تصحیح و ترتیب آغا احمد علی صاحب، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے سلسلۂ "ببلوتھیکا انڈیکا[۶]" میں ۱۸۶۵ء میں بمقام کلکتہ طبع ہو چکی ہے[۷] جسکی نسبت آغا صاحب موصوف لکھتے ہیں:-

---

[۱] یہ قصہ اصل میں پہلوی زبان کا ہے جو نظم میں لکھا گیا تھا۔

[۲] آتشکدہ صفحہ ۲۴۲

[۳] آتشکدہ صفحہ ۲۴۲

[۴] دولت شاہ صفحہ ۶۰ و صفحہ ۱۳۰ مطبوعۂ یورپ - کشف الظنون جز ثانی صفحہ ۲۴۴ مطبوعۂ مصر

[۵] اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد دوم صفحہ ۲۷۴ مطبوعۂ یورپ

[۶] "Bibliotheca Indica Series"

[۷] لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد دوم صفحہ ۲۷۴-۷۵۔

"فخر الدین اسعد گرگانی، صاحبِ مثنوی ویس و رامین کہ نظم کردہ است بنام شاہ رکن الدین ابو طالب طغرل بیگ محمود سلجوقی ایرانی کہ سنہ جلوس او ۴۲۹ھ و سنہ وفات ۴۵۵ھ می باشد و معاصر ارسلان خاں شاہ شام و القائم بامر اللہ خلیفۂ بغداد بودہ[1]"

بہرحال مثنوئ مذکور فخری جرجانی ہی کی تصنیف ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ نظامی گنجوی، یا نظامی سمرقندی نے کوئی مثنوی اس نام کی لکھی ہے تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ دیگر تذکرہ نویس اسکا ذکر نہ کرتے۔ قطع نظر اسکے دولت شاہ اور صاحبِ آتشکدہ کے پاس کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں جس سے اس بیان کی تصدیق ہو سکے۔

نظامیؒ کی پانچ مثنویاں جو خمسہ یا پنج گنج کے نام سے موسوم اور مشہور انام ہیں، رسم زمانہ کے مطابق فرماں روایانِ وقت کے نام پر معنوَن کی گئی ہیں۔ دولت شاہ کا بیان ہے کہ شیخ کے زمانہ میں خمسہ کو جمع نہ کیا تھا، ہر ایک مثنوی جدا جدا تھی، شیخ کی وفات کے بعد ان پانچوں مثنویات کو مرتب کرکے ایک جلد میں جمع کیا اور "خمسہ" نام رکھا گیا۔ ڈاکٹر کلارک و ِلبر فورس لکھتے ہیں کہ غالباً خمسہ کو نظامیؒ کے صاحبزادہ نے جمع کیا، اور مرتب کرکے خمسہ نام رکھا[2] لیکن خود نظامیؒ کی ایک غزل پر سے جو اُنھوں نے اپنے فرزند کے ماتم میں لکھی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ انکا بیٹا خود انکے حینِ حیات میں انتقال کر گیا، اور انکا کلام چونکہ انکی وفات کے بعد جمع کیا گیا، اس لیے یہ بات قابلِ وثوق نہیں ہو سکتی۔ صاحبِ آتشکدہ نے لکھا ہے کہ تصاریفِ زمانہ اور عدم ربطِ کتابت کے سبب سے خمسہ کا خمُس بھی صحیح نہیں رہا۔ بقول دولت شاہ خمسۂ نظامی کے کُل ۲۸۰۰۰ ابیات ہیں۔

یہ پانچوں مثنویاں، نظامی نے علی الترتیب، مخزنِ اسرار، شیرین و خسرو، لیلیٰ و مجنوں، ہفت پیکر، اور سکندر نامہ لکھیں۔ چنانچہ سکندر نامہ میں لکھتے ہیں:-

---

[1] ہفت آسمان صفحہ ۱۱ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ۔

[2] ترجمۂ انگریزی سکندر نامۂ بری (دیباچہ) صفحہ ۱۷۔

"سوئے مخزن آوردم اول بسیج | کہ سستی نہ کردم دراں کار ہیچ
وزو چرب و شیریں برانگیختم | بہ شیرین و خسرو درآمیختم
وزاں جا سراپردہ بیروں زدم | درِ عشقِ لیلیٰ و مجنوں زدم
چو از عشق مجنوں بپرداختم | سوئے ہفت پیکر فرس تاختم
کنوں بر بساطِ سخن گستری | زنم کوسِ اقبالِ اسکندری"

(۱) مخزن الاسرار۔ یہ مثنوی بحر سریع میں لکھی گئی ہے۔ نظامی سے پہلے کسی نے متقدمین میں سے کوئی مثنوی اس وزن پر نہیں لکھی[۱]۔ ابراہیم تتوی شرح مخزن میں لکھتے ہیں کہ مخزن الاسرار سے پیشتر کوئی کتاب اس بحر میں تصنیف نہیں ہوئی۔ یہ مثنوی نظامی نے فخرالدین بہرام شاہ والی ارزنجان کی استدعا پر، جس نے ۶۲۲ھ میں مدتِ مدید کی فرماں روائی کے بعد وفات پائی[۲]، تصنیف کی۔ اور اسی کے نام پر نامزد کی۔ چنانچہ بہرام کا نظامی کو بلوانا، اور کتاب لکھنے کی فرمائش کرنا وغیرہ حالات ہاشمی کرمانی[۳] نے اپنی مثنوی مظہر اسرار میں جو اس نے مخزن کے تتبع میں لکھی ہے، ایک حکایت کے پیرایہ میں بیان کیے ہیں۔ مخزن اسرار ۲۴ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں اختتام کو پہونچی جیسا کہ اسکے خاتمہ میں خود فرماتے ہیں:-

"بود حقیقت بشمارِ درست | بیست و چہارم ز ربیع نخست
از گہ ہجرت شدہ تا ایں زماں | پانصد و پنجاہ و دو افزوں براں"

حاجی خلیفہ نے لکھا ہے:-

مخزن الاسرار لنظامی نظمہ لبہرام شاہ واتمہ فی اربع وعشرین من ربیع الاول سنہ (۵۵۹) تسع وخمسین وخمسمائۃ[۴]۔"

علامہ شبلی نے بھی حاجی خلیفہ کے قول کے مطابق اس مثنوی کی تاریخ تصنیف ۵۵۹ھ تحریر فرمائی ہے۔

[۱] ہفت آسماں صفحہ ۵۳
[۲] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۷، صفحہ ۵۲۲
[۳] المتوفی ۹۴۶ھ
[۴] کشف الظنون صفحہ ۴۰۰ من جزو الثانی۔

لیکن یہ خود نظامی کی تصریح کے خلاف ہے ۔

اس مثنوی کے صلہ میں نظامی کو پانچ ہزار اشرفیاں، ایک قطار شتر اور بیش قیمت انواع واقسام کے کپڑے بھیجے ۔ حاجی خلیفہ نے بحوالۂ تاریخ جہاں آرا لکھا ہے کہ انکو پانچ شتر راہوار صلہ میں بھیجے گئے[1] آزاد بلگرامی لکھتے ہیں کہ پانچ ہزار دینار سرخ اور ایک قطار شتر قیمتی کپڑوں سے لدا ہُوا، صلہ میں عطا کیے گئے[2]

مثنوی مذکور تصوف اور اخلاق میں حدیقۂ سنائی اور ناصر خسرو کی اخلاقی نظموں، یا مثنوی مولانا روم کی طرز پر لکھی گئی ہے ۔ اس میں پند و موعظت کے ضمن میں اکثر حکایتیں بر سبیل تمثیل لکھی ہیں جو تربیت اخلاق کے لیے نہایت دلچسپ اور زود اثر ہیں ۔ ہم یہاں اس میں سے ایک حکایت نقل کرتے ہیں، جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ ایک دانشمند اور روشن خرد وزیر نے کس طرح ساسانی خاندان کے ایک فرمانروا کو اسکے ظلم اور بیداد پر متنبہ کیا ۔ اس سے اس مثنوی کی طرز کا بھی کچھ اندازہ ہو سکے گا :-

"صید کناں موکبِ نوشیرواں　　دُور شد از کوکبۂ خسرواں
مونسِ خسرو شدہ دستور و بس　　خسرو، و دستور و دگر ہیچ کس
شاہ دراں ناحیۂ صیدیاب　　دید دہے چوں دلِ دشمن خراب
تنگ دو مرغ آمدہ یکدگر　　وز دلِ شاں قافیہ شاں تنگ تر
گفت بدستور" چہ دم میزنند؟　　چیست صفیرے کہ بہم می زنند؟"
گفت وزیر" اے ملکِ روزگار!　　گویم اگر شہ بود آمرزگار
ایں دو نوا ترپئے رامشگریست　　خطبۂ از بہرِ زنا شوہریست
دخترش ایں مرغ بداں مرغ داد　　شیر بہا خواہد ازو بامداد
کیں دہ ویراں بگذاری بما　　نیز چنیں چند سپاری بما

[1] کشف الظنون صفحہ جزالثانی　　[2] خزانۂ عامرہ صفحہ ۴۳

دراں دگرش گفت کزیں در گذر | جور ملک بین و برو غم مخور
گر ملک این است و چنیں روزگار | زیں دہِ ویراں دہمت صد ہزار"

---

(۲) **خسرو شیریں:**- یہ مثنوی ابو جعفر اتابک محمد[1] بن ایلدگز فرماں روائے آذربائیجان کے نام پر معنون کی گئی، لیکن جب مثنوی پوری ہوئی اُس وقت محمد بن ایلدگز وفات پاچکا تھا[2]۔ اور اُسکی جگہ پر اُسکا بھائی قزل ارسلان قائم مقام مقرر ہوا تھا، اُس نے خسرو شیریں کو اپنے نام پر معنون کرنے کے لیے نظامی سے استدعا کی۔ چنانچہ اسی کے نام سے نامزد ہوئی۔ اسکے صلہ میں قزل ارسلان نے ایک گانوں جسکا نام حمدونیاں[3] تھا اپنی طرف سے جاگیر میں دیا، چنانچہ فرماتے ہیں:-

"نظر بر حمد دبر اخلاص من کرد | دہِ حمدونیاں را خاصِ من کرد"

اتفاق سے جو گانوں جاگیر میں دیا گیا وہ غیر آباد تھا، چنانچہ، اسکی شکایت ایک حاسد کی زبانی ادا کرتے ہیں:-

"شنیدم حاسدے زانہا کہ دانی | کہ دزدِ کیسہ بُر، باشد نہانی
دہے دادہ بتو چوں کورہ تنگ | کہ باشد طول و عرضش نیم فرسنگ"

---

[1] اتابک محمد بن ایلدگز خاندان سلجوقیہ کے آخری تاجدار طغرل بن ارسلان کا چچا، اور وزیر تھا۔ طغرل نے سلطنت کا تمام کاروبار اسی کے ہاتھ میں دیدیا تھا، اسکا بھائی قزل ارسلان بھی کاروبار سلطنت میں برابر کا شریک تھا۔

[2] تیرہ برس حکومت کرنے کے بعد ذی الحجہ ۵۸۱ھ مطابق مارچ ۱۱۸۶ء میں اس نے وفات پائی۔

[3] انسائیکلوپیڈیا برٹانکا میں اسکو الگ الگ حمد و نیاں پڑھا ہے، اور لکھا ہے کہ نظامی کو دو گانوں صلہ میں عطا ہوئے۔ مگر یہ غلط ہے۔ دولت شاہ اور اسکے تتبع میں آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ نظامی کو چار گانوں آبادانہ بادشاہ کی طرف سے جاگیر میں ملی۔ مگر اسکا ذکر نظامی نے کہیں نہیں کیا، البتہ محمد بن ایلدگز نے دو گانوں دینے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ اس مثنوی کے اختتام سے پیشتر انتقال کر گیا۔ چنانچہ جب قزل ارسلان نے نظامی سے بلا کر پوچھا کہ "بھائی صاحب نے آپ کی جاگیر میں جو دو گانوں دیے تھے وہ ملے یا نہیں۔ اُنھوں نے کہا ؎ بلے شاہ سعید از خاص خویشم + دو پرزفت آنچہ فرمودی زپیشم + چو رخت عمر او کشتی رواں کرد + مرا نے جوہ عالم را زیاں کرد"

سوادش نیم کارِ ملک ایجاز — نہ دارد دخل و خرج کیسہ پرداز

دہے ویرانہ باشد رونمایش! — عروسے کاسماں بوسید پایش"
کنایہ از نظامی

اسکے جواب میں نظامی کہتے ہیں کہ اگر غیر آباد ہے تو کیا ہوا، بادشاہ کا عدل اس کو آباد کرے گا:-

خراب آباد گن از دولتِ شاہ — "دگر دارد خرابی سوے او راہ"

معلوم ہوتا ہے کہ جب نظامی خسرو شیریں لکھ رہے تھے، اُس وقت سب سے پہلے طغرل (ثالث)[1] بن ارسلان نے اُسکا شہرہ سُن کر نظامی سے، اپنے نام پر معنون کرنے کی فرمایش کی تھی۔[2] اسکے علاوہ اس مثنوی کے شروع میں سب سے پہلے طغرل کی مدح بھی موجود ہے۔

اس مثنوی کی سال اتمام کہیں مذکور نہیں، لیکن چونکہ یہ مثنوی آتابک محمد بن ایلدگز کی وفات کے بعد (جو ۵۸۱ھ میں واقع ہوئی) پوری ہوئی، اور قزل ارسلان ۵۸۲ھ میں اسکا جانشیں مقرر ہوا، اس لحاظ سے اسکی تاریخ اختتام ۵۸۲ھ ہی ہونی چاہیے۔

جس زمانے میں نظامی یہ مثنوی لکھ رہے تھے، اُنکے ایک دوست جو مذہبی امور میں نہایت متعصب تھے اُنکے پاس آئے اور نہایت ناراضی کے لہجہ میں کہا:-

فسون خوانی مکن بر ژند و زردشت — "فسونِ بُت پرستاں بفگن از مشت

در توحید زن کاوازہ داری" — چرا رسمِ مغاں را تازہ داری

---

[1] طغرل اپنے باپ ارسلان کی وفات کے بعد ۵۷۱ھ مطابق ۱۱۷۶ء میں سات برس کی چھوٹی عمر میں بزیر نگرانی و سرپرستی اتابک محمد بن ایلدگز تخت نشیں ہوا، اور ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۴ء سلطان علاؤ الدین تکش فرماں رواے خوارزم کے ہاتھ سے لڑائی میں قتل ہوا، چنانچہ نظامی کہتے ہیں ؎ برے ناخوردہ از باغِ جوانی + چو ذوالقرنین ز آبِ زندگانی + شہادت یافت از زخمِ بد اندیش + کہ باد از آں جانش زیں جہاں بیش +"

[2] چنانچہ خود دیباچہ میں کہتے ہیں: ؎ چو سلطانِ جہاں شاہِ جواں بخت + کہ برخوردار باد از تاج و از تخت + بہ سلطانی بتاج و تخت پیوست + بجاے ارسلاں بر تخت بنشست + منِ این گنجینہ را در میگشادم + بناے این عمارت می نہادم + اشارت رنگے از درگاہ معمور + بشغل بندہ الفاکرد منشور + کزیناں تحفۂ عالی بسازد + کہ عقل از نقش گردن فرازد +

لیکن جب نظامی نے مثنوی کے چند اشعار پڑھ کر سنائے تو اُنھوں نے بیساختہ کہا :-

"نگر شیریں بداں کردی دہانم | کہ در حلقم شکر گردد زبانم
اگر خوردم زبان را من تنگروار | زبان چون تو ہی باد اتنگربار
چنیں سحرے توانی ساز کردن | بتے با کعبہ انباز کردن!"

پروفیسر براؤن لکھتے ہیں کہ :-

"مثنوی خسرو شیریں میں نظامی نے طرزِ سخن، اور واقعات کے لحاظ سے کم سنائی کا، اور زیادہ فردوسی کا تتبع کیا ہے۔ گو اس مثنوی کا موضوع عشقیہ فسانہ ہے — خصوصاً حسین شیریں[1] کے ساتھ ساسانی بادشاہ خسرو پرویز[2] کا تعشق — اور اُسکے بدنصیب رقیب فرہاد کی جاں گداز موت کا حسرت ناک واقعہ — اُن ذرائع پر سے اخذ کیا گیا ہے جنکو فردوسی نے برتا ہے۔

یہ انکی تمام مثنویوں میں باستثناء سکندر نامہ بہت بڑی مثنوی ہے جس میں تقریباً سات ہزار ابیات ہیں۔

(۳) **لیلےٰ مجنوں** :- سلاطین شروانیہ کے سلسلہ میں جو بہرام چوبیں کی یادگار تھے، منوچہر خاقان کبیر جلال الدنیا والدین شاہ اخستان علم و فضل کی قدردانی کے لحاظ سے سب میں ممتاز، اور نہایت علم دوست بادشاہ تھا۔ خاقانی، اور ابو العلا گنجوی کو اسی کے دربار سے افضل الشعرا، اور ملک الشعراء کا خطاب عنایت ہوا۔ منوچہر نے نظامی کو ایک خط لکھا، جس میں لیلیٰ مجنوں کی داستان کو نظم کرنے کی استدعا کی گئی تھی۔ چنانچہ دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"در حال رسید قاصد از راہ | آورد مثال حضرتِ شاہ

[1] بعض شیریں کو مریم، اور ایرین بھی کہتے ہیں، یونانی مورخوں نے اسکو رومن نژاد، اور مذہباً مسیحی بیان کیا ہے، مگر وہ فارسی اور ترکی داستانوں میں بطور شہنشاہ ماریس (Emperor Maurice) کی دُختر کے پیش کی گئی ہے۔

[2] یہ ساسانی خاندان کا بادشاہ سنہ ۵۹۰ء میں تخت نشین ہوا اور سنہ ۶۲۸ء ماہ فروری میں فوت ہوا۔

بنوشتہ بخط خوب خویشم — دہ پانزدہ سطر نغز بیشم
کاے محرم حلقۂ غلامی! — جادو سخن جہاں نظامی
خواہم کہ بیادِ عشق مجنوں — گوئی سخنے چو دُرِ مکنوں"

خط پڑھ کر نظامی کو تردد لاحق ہُوا۔ اُس وقت انکے صاحبزادے محمد جنکی عمر اس وقت ۱۴ برس کی تھی باپ کے پاس بیٹھے ہوے تھے۔ انھوں نے بھی اس بات کو زور دیا:-

"لیلی مجنوں ببایدت گفت — تا گوہر قیمتی شود جفت":

لیکن نظامی نے نہایت افسردہ دلی سے کہا:-

"گفتم ... سخن تو ہست برجاے — چوں آئینہ روے آہنیں راے
لیکن چہ کنم ہوا دورنگ ست — کاندیشہ فراخ و سینہ تنگ ست

× × × × × × × × ×

نے باغ: بزم شہریاری — نے رود و نہ مے: نہ کامگاری
بر خشکیِ ریگ و سختیِ کوہ — تا چند سخن رود ز اندوہ؟"

داستان کی شہرت میں کلام نہیں، لیکن اس قصہ کی سرزمین خشک ریگزار اور کوہستان ہی، بھلا اس میں کیا اپنا زورِ طبع دکھا سکوں گا۔ باغ و راغ، چشمہ و مرغزار، بزم شاہی وغیرہ جو زینتِ سخن کے لیے ضروری ہیں اُس میں ایک بھی نہیں جو دلچسپی کا سامان ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی (شاعر) نے اس داستان کو ہات نہیں لگایا:-

"ایں بود کز ابتداے حالت — کس گرد نگشتش از ملالت":

لیکن صاحبزادے نے زیادہ اصرار کیا:-

"در گفتن قصۂ چنیں چست — اندیشۂ نظم را مکن سست
ہر جا کہ بدُرست عشق خوانے ست — ایں قصہ برو نمک فشانے ست
اگرچہ نمکے تمام دارد — بر سفرہ کباب خام دارد

چوں سفتۂ خارشش تو گردد پختہ بگذارشش تو گردد"

غرض بادشاہ کے ارشاد کی تعمیل میں نظامی نے اس کو نظم کرنا شروع کیا۔ اور چار مہینے کے اندر ہی اندر سلخ رجب ۵۸۴ھ میں انجام کو پہونچائی۔ کل چار ہزار ابیات ہیں:۔

"من گفتم و دل جواب می داد خاریدم و چشمہ آب می داد
ایں چار ہزار بیت و اکثر گفتم بہ چہار ماہ کمتر
گر شغل دگر حرام بودے در چاردہ شب تمام بودے
کاراستہ شد بہترین حال در سلخ رجب بثی و فی دال
تاریخ عیاں کہ داشت با خود ہشتاد و چہار بود و پانصد"

اس مثنوی کے ہیرو، (قیس عامری) مجنوں، اور ہیروئن لیلی کوئی شاہی اقتدار یا امارت والے نہ تھے بلکہ ایک معمولی اعرابی تھے جن کی باہمی عشق و محبت کی داستان مشرق کے تمام اطراف و اکنافِ عالم میں گوش زدِ خاص و عام ہو کر ضرب المثل کے درجہ تک پہونچ گئی ہے۔ یہ عشقیہ فسانہ شکسپیر (Shakespeare) کے ڈراما Romeo & Juliet رومیو جولیٹ سے بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے۔ بلکہ اہل یورپ اس کو مشرق کا رومیو جولیٹ مانتے ہیں۔ جس طرح فرانس و اٹلی کے مشہور عشقیہ داستانیں (Abelard & Eloise) ابیلارڈ و ہیلائس، اور (Petrach & Laura) پٹرک ولاؤرا ہیں اسی طرح عرب و عجم کی یہ صاف، پُر اثر، اور دلکش عشقیہ داستان ہے۔

---

۵۱ قیس عامری المتوفی ۰۰۰ھ مطابق ۶۸۹ء عربی میں اس کا ایک دیوان موجود ہے جو زیادہ تر عشقیہ اشعار پر مشتمل ہے (لٹریری ہسٹری آف دی عربز از نکلسن)

† طامس ولیم بیل "اورئینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری صفحہ ۴۲" میں لکھتے ہیں کہ "امراؤ القیس (عرب کا مشہور شاعر) وہی شخص ہے جو لیلی کا عاشق تھا، اور جس کو عوام مجنوں کہتے ہیں"۔ اور اس کا زمانہ ۳۰۰ھ بتلایا ہے۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے اول تو دونوں کے زمانہ میں بہت فرق ہے دوسرے نام میں بھی بڑا فرق ہے۔ غالباً انھوں نے یہ سمجھ کر دونوں کو ایک لکھدیا ہے کہ دونوں کا دیوان عربی میں موجود اور دونوں کے نام میں لفظ قیس ہے۔

(۵) ہفت پیکر۔ یہ مثنوی سلطان علاؤ الدین قسنقری کی فرمایش سے لکھی گئی،[۵۱] اور ۱۴ رمضان سنہ ۵۹۳ھ کو انجام پذیر ہوئی:-

"از پس پانصد و نود و سہ قران گفتم این نامہ را چو ناموران
روز بُد چاردہ زماہِ صیام چار ساعت ز روز رفتہ تمام"

اس مثنوی کا دوسرا نام "بہرام نامہ" ہے۔ اس لیے کہ یہ ساسانی خاندان کے بادشاہ بہرام گور† کے متعلق ہے۔ اس میں بہت سی داستانیں ہیں جو اس بادشاہ کی شجاعت، جوانمردی، اور شکار بازی کے متعلق ہیں جن میں سے اکثر سچی، پُرانی حکایات، و روایات یا کم از کم تاریخی واقعات پر مبنی ہیں جن کو طبری ایسے مشہور مورخ نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے، اور جو خود نظامی کا ماخذ ہے۔[۵۲] بہ نسبت ہفت پیکر کے "بہرام نامہ" اس مثنوی کی ماہیت اور موضوع کا بخوبی پتہ دیتا ہے۔

ہفت پیکر کی ساتوں داستانوں میں نہایت دلچسپ، اور پُر لطف چوتھی حکایت روس کی شہزادی کی ہے۔ اس کا بعینہ نمونہ جوزی (Gozzy) کی "ٹوراںڈوٹ" (Turandot) ہے جس کو بعد میں شلر صاحب (Schiller) نے جرمن اسٹیج کے لیے ملتقط کی تھی۔[۵۳]

---

۵۱ ڈاکٹر باخر نے ملک نصرۃ الدین کا نام لکھا ہے۔ اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں نور الدین ارسلان بن عز الدین مسعود فرماں روائے موصل مرقوم ہے، لیکن اس مثنوی میں سوائے علاؤ الدین کے کسی کا نام مذکور نہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی کے نام پر لکھی گئی۔

۵۲ چنانچہ ہفت پیکر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"باز جستم ز نامہائے نہاں کہ پراگندہ بود گِرد جہاں
زاں سخنہا کہ تازی است و دری در سوادِ بخاری و طبری"

۵۳ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۵۲۲ جلد ۱۰۔ † بہرام گور ۴۲۰ء میں اپنے باپ یزدگرد کی وفات پر تخت نشین ہوا اور ۴۳۸ء میں فوت ہوا۔

(۵) **سکندرنامہ** - نظامی کی آخری تصنیف جس میں اُنھوں نے فردوسی کا مقابلہ کیا ہے، سکندرنامہ ہے - "شاہ نامہ کے بعد کوئی رزمیہ داستان ایسی نہیں تھی جو قوم کے شجاعانہ جذبات کو زندہ رکھتی۔ اس لیے دوسرے شاہ نامہ کی ضرورت ہوئی، چنانچہ وہ سکندرنامہ کے قالب میں نمودار ہوا" نظامی نے سکندر ایسے مشہور کشورستاں کی داستان اختیار کی جس کو یورپ اور ایشیا دونوں مانتے تھے۔ لیکن افسوس یہ ہے اُنھوں نے ذوالقرنین کو سکندر بنا دیا جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔

قزل ارسلاں کی وفات کے بعد اُس کا بھتیجا ابوبکر نصرۃ الدین بن محمد تخت نشیں ہوا۔ چونکہ نظامی کو اس خاندان سے قدیم تعلق تھا اس لیے یہ مثنوی اُنھوں نے اپنی خواہش سے لکھ کر نصرۃ الدین کے نام پر معنون کی۔[۱] لیکن مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اور مثنویوں کی طرح یہ بھی بادشاہ کی فرمایش سے لکھی گئی :-

"چو فرماں چنیں آمد از شہریار | کہ برنامِ من نقشبند ایں نگار
بگفتارِ شہ مغز را تر کنم | بگفتِ کساں مغز در سر کنم
فرستم عروسے بآں رزمگاہ | کزو چشم روشن شود بزمِ شاہ"

سکندرنامہ کے دو حصے ہیں۔[۲] (۱) شرف نامہ۔ (۲) اقبال نامہ (یا) خردنامہ - ہندوستان میں وہ سکندرنامۂ بری و بحری کے نام سے موسوم ہیں۔ سکندرنامہ بری میں کشور

---

[۱] شعر العجم حصہ اول

[۲] خان آرزو نے اپنی شرح سکندرنامہ میں لکھا ہے :- "نظامی کے اس شعر،

"شد در ساختم ہر درے کانِ گنج | جدا گانہ بر ہر درے بردہ رنج"

سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندرنامہ تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے، ایک بری دوسرا بحری اور تیسرے کا پتہ نہیں۔ لیکن ظن غالب ہے کہ وہ زیادہ مروج نہیں رہا جس میں شاید سکندر کی پیغمبری کا حال بیان کیا ہوگا"۔

ستانی ، اور سکندر نامۂ بحری میں پیغمبری کے واقعات اور فلسفیانہ بحثیں ہیں۔ ان میں سے حصۂ اول ۲۴ محرم ۵۹۷ھ مطابق اکتوبر ۱۲۰۶ء میں ، اور حصۂ دوم ۵۹۹ھ میں اتمام کو پہونچا۔

(۱) "نوشتم من این نامہ در جہاں — کہ تا دور آخر بود جاوداں
بتاریخ پانصد، نود ہفت سال — چہارم محرم بوقت زوال"

(۲) × × × × × × × × ×

"بپایاں شد این داستانِ دری — بفیروز فالی و نیک اختری
ز ہجرت چناں بر دہم یادگار — نود نہ گذشتہ ز پانصد شمار"

اس کے صلہ میں مقررہ رقم (ایک ہزار نقد) کے علاوہ سواری کا گھوڑا، اور بیش قیمت خلعت بادشاہ کی طرف سے عطا ہوئی[1]

**سکندر نامہ کا تاریخی مواد**

نظامی نے سکندر نامہ میں جو کچھ شاعرانہ رنگ آمیزیاں کی ہیں اس سے اصل واقعات کی صحت میں بہت کچھ نقص پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس لیے تاریخی حیثیت سے ہماری نظر میں سکندر نامہ کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ خود نظامی بھی اس کے قائل ہیں :۔

"دگر راست خواہی سخنہائے راست — نشاید در آرایش نظم خواست
گر آرایش نظم زو کم کنم — بکم مایہ بینش فراہم کنم
ہمہ کردہ شاہِ گیتی خرام — دریں یک ورق کاغذ آرم تمام"

یعنی اگر سچ پوچھو تو نظم کی آرایش میں سچی باتیں نہیں آسکتیں اس لیے کہ نظم کی بنیاد مبالغہ، اور دور از کار واقعات پر مبنی ہے، تو اگر میں آرایش نظم کو چھوڑ کر صرف اہم اور ضروری باتیں لکھنے پر اکتفا کروں تو سکندر کے تمام حالات اس کے ایک ورق میں ختم ہو جائیں۔

سکندر نامہ کے تاریخی ماخذ کی نسبت خود نظامی کا بیان ہے کہ انھوں نے سکندر کے تمام

---

[1] سکندر نامۂ بحری کے خاتمہ میں یہ سب مفصلاً مرقوم ہے۔

واقعات کسی تاریخ میں یکجا لکھے ہوئے نہ پائے۔ تمام تواریخ قدیم وجدید جن میں سے اکثر لاطینی یونانی، اور پہلوی زبانوں میں تھیں اُنھوں نے اُن سب کو یکجا کیا، اور تحقیق وتدقیق سے اس کے صحیح حالات دریافت کرکے اُن سے اپنی نظم کو آراستہ کیا:۔

"چو می کردم ایں داستاں را بسیچ — سخن راست رو بود در پیچ پیچ
اثر ہائے آں شاہ آفاق گرد — ندیدم نگارید دریک نورد
سخنہا کہ چوں گنج آگندہ بود — ہر نسختے در پراگندہ بود
ز ہر نسخہ بر داشتم مایہا — بر و بستم از نظم پیرایہا
زیادت ز تاریخہای نوی — یہودی، و نصرانی و پہلوی"

لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سکندر کے واقعات شاہ نامہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اور غالباً نظامی نے اُن واقعات کو، جن کو فردوسی نے چھوڑ دیے ہیں، مزید اضافہ کرکے سکندر نامہ کی ترتیب کی ہی۔ ان کے مندرجۂ ذیل اشعار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہی:۔

"سخن گوئے پیشینہ دانائے طوس — کہ آراست روئے سخن چوں عروس
دراں نامہ کاں گوہر سفتہ راند — بسے گفتنیہا کہ ناگفتہ ماند
دگر ہر چہ گفتندے از باستاں — بگفتن دراز آمدے داستاں
نگفت آنچہ رغبت پذیرش نبود — ہماں گفت کزوے گزیرش نبود
وگر از پے دوستاں زلہ کرد — کہ حلوا بہ تنہا نبایست خورد
نظامی کہ در رشتہ گوہر کشید — قلم دیدہ ہا را قلم در کشید
بنا سفتہ دُرے کہ در گنج یافت — ترازوے خود را سخن سنج یافت
شرف نامہ را فرخ آوازہ کرد — حدیثِ کہن را بدو تازہ کرد"

اگرچہ ظاہر میں سکندر نامہ شاہ نامہ کا فوٹو نظر آتا ہی، مگر دونوں کے اندازِ کلام میں بہت فرق ہی۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ فردوسی کی بے تکلفی اور سادہ گوئی نے تشبیہوں اور استعاروں

میں جو چیزیں آس پاس نظر آتی تھیں وہ سب خرچ کر دیں، نظامی نے جب انھیں مستعمل دیکھا تو ان پر نقاشی کر کے کام میں لائے۔ فردوسی کے کلام میں استعارہ اس قدر کم تھا کہ گویا نہ تھا، نظامی نے تشبیہ کو استعارہ اور استعارہ در استعارہ کر دیا۔ اس سے مضمون رنگین ہو گیا مگر بجائے صفائی کے باریکی اور پیچیدگی پیدا ہو گئی، اور ساتھ ہی اس کی اصلیت گم ہو گئی۔[1]

صاحبِ آتشکدہ کی رائے ہے کہ نظامی کے بعد ایسی مثنویاں کسی نے نہیں لکھیں۔ ان مثنویوں کی قبولیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ متوسطین، اور متاخرین میں سے اکثر شعراء نے ان مثنویوں کی طرز پر مثنویاں لکھنے کو اپنا فخر سمجھا۔ خمسۂ نظامی کے تتبع میں مثنویاں لکھنے والوں کی تعداد اتنی ہے کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک اچھی خاصی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ یہاں ہم غیر معروف شاعروں کو چھوڑ کر صرف چند مشہور شعرا کے نام مع ان کی مثنویوں کے بالمقابل درج کرتے ہیں:-

نظامی:- مخزن اسرار - خسرو شیریں - لیلیٰ و مجنوں - ہفت پیکر - سکندر نامہ
امیر خسرو:- مطلع الانوار - شیریں و خسرو - لیلیٰ و مجنوں - ہشت بہشت - آئین سکندری
خواجوی کرمانی:- روضۃ الانوار - گل و نوروز - ... - ... - ہمای و ہمایوں
جامی:- تحفۃ الاحرار - یوسف و زلیخا - لیلیٰ و مجنوں - سلسلۃ الذہب - خرد نامۂ سکندری
ہاتفی:- ... - خسرو شیریں - لیلیٰ و مجنوں - ہفت منظر - تیمور نامہ
نوائی:- حیرۃ الابرار - فرہاد و شیریں - لیلیٰ و مجنوں - سبعۂ سیارہ - اسکندر نامہ
فیضی:- مرکز ادوار - نل دمن - سلیمان و بلقیس (ناتمام) ہفت کشور (ناتمام) اکبر نامہ (ناتمام)

فارسی کے علاوہ ترکی، چغتائی، اور ہندوستانی زبانوں میں اس کے تتبع میں بہت سی مثنویاں لکھی گئی ہیں[2] - جن کے نام بھی آج کوئی نہیں جانتا۔ لیکن آج تک کوئی نظامی کی برابری

[1] سخندان فارس مصنفہ شمس العلما محمد حسین آزاد دہلوی صفحہ ۲۸۱
[2] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

نہ کرسکا، اور "الفضل للمتقدم" کا سہرا نظامی ہی کے سر رہا۔ مسٹر ارتھناٹ Arbuthnot لکھتے ہیں کہ مولانا جامی کا "ہفت ورنگ" خمسۂ نظامی کے برابر تسلیم کیا گیا ہو۔ لیکن خود مولانا جامی کی دلی آرزو تھی کہ میں نظامی کا ہم پایہ ہو جاؤں چنانچہ فرماتے ہیں :-

"اہل دل از فکر چو محفل نہند | بادہ را از قدح دل نہند
رشحہ ازاں بادہ بجامی رساں | رونق نظمش بہ نظامی رساں"[1]

مولانا جامی فرماتے ہیں کہ خمسۂ نظامی کا جواب خسرو سے بہتر کسی نے نہیں لکھا[2]۔ لیکن خسرو کی مثنویات کی نسبت عبید یہ رائے ظاہر کرتا ہے :-

"غلط افتاد خسرو را ز خامی | کہ سکبا پخت در دیگ نظامی"

خود امیر خسرو بھی لیلی مجنوں میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں :-

"می داد چو نظم نامہ را پیچ | باقی بگذاشت بہر ما ہیچ"

بقول بعض مصنفین خسرو اور جامی کو نظامی کی ابیات و مضامین میں اکثر جگہ توارد ہوا ہی[3] :-

| نظامی | خسرو |
|---|---|
| اے صفت بندہ نوازندگی | دو کار است با فرو فرخندگی |
| از تو خدائی و ز ما بندگی | خداوندی از تو ز ما بندگی |
| × × × × × × × | × × × × × × × |
| | **جامی** |
| خداوندا در توفیق بکشاے | الٰہی غنچۂ امید بکشاے |
| نظامی را رہ توفیق بنماے | گلے از روضۂ جاوید بنماے |
| . . . . . . . . . . | . . . . . . . . . . . . |
| چو ابراہیم با بت عشق می باز | خلیل آسا در ملک یقیں زن |
| ولے بتخانہ را از خود بپرداز | نواے لا احب الآفلیں زن |

[1] حیات جامی از مولانا اسلم صفحہ ۔۔ [2] بہارستان جامی صفحہ ۹۴ [3] مطلع العلوم صفحہ ۵۲-۱۵۲

| جامی | نظامی |
|---|---|
| خوشا وقتے و خرم روزگارے | چہ خوشتر زاں کہ بعد از انتظارے |
| کہ یارے برخورد از وصل یارے | بامیدے رسد امیدوارے |
| . . . . . . . . . . . . | . . . . . . . . . . . . |
| زغمزہ تیر و از ابرو کمان کن | زغمزہ تیر و از ابرو کماں ساز |
| نگارِ آں نگارِ دل ستاں کن | ہمہ باریک بین و راست انداز |
| . . . . . . . . . . . . | . . . . . . . . . . . . |
| مرا اے کاشکے مادر نمی زاد | مرا اے کاشکے مادر نزادے |
| وگر می زاد کس شیرم نمی داد | وگر زادے بخوردِ سگ بدادے |
| . . . . . . . . . . . . | . . . . . . . . . . . . |
| زن از پہلوے چپ شد آفریدہ | زن از پہلوے چپ گویند برخاست |
| کس از چپ راستی ہرگز ندیدہ | نیاید ہرگز از چپ راستی راست |

---

مگر ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے نظامی کے کلام کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ جو کلام کبھی نظر سے نہ گزرا ہو اُس میں توارد ہونا محال ہے، اور احیاناً اگر ہو بھی گیا ہو تو معیوب نہ سمجھا جاے گا بلکہ یہ بھی اُس کی بلندی طبع اور رسائی فکر پر دلالت کرتا ہے۔

**یورپ کی زبانوں میں نظامی کی مثنویات کے ترجمے**

اہل یورپ نے نظامی کے کلام کے جو حصے شایع اور ترجمہ کیے اُس کا مختصر حال یہ ہے:۔

مخزن اسرار، جی - ایچ - ہنڈلی صاحب (G. H. Hindley) نے انگریزی میں ترجمہ کیا جس کا قلمی مسودہ عجائب خانۂ لنڈن میں محفوظ ہے۔

" متن مرتبۂ نیتھنیل بلینڈ صاحب (Nathaniel Bland) بمقام

لنڈن ۱۸۴۴ء

لیلیٰ و مجنوں، جیمس اٹکنسن صاحب (James Atkinson) کا ترجمہ در زبانِ انگریزی، لنڈن ۱۸۳۶ء

ہفت پیکر، سات حکایتوں میں سے ایک حکایت مع ترجمہ در زبانِ جرمن، ایف - ارڈ مین صاحب F. Erdmann نے شایع کیا بمقام کاسان (Kasan) ۱۸۴۴ء

سکندر نامۂ برّی، کیپٹن، ایچ، ولبر فورس کلارک صاحب (Capt. H. Wilberforce Clarke) نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ لنڈن ۱۸۸۱ء

" ایف - ارڈمین صاحب (F. Erdmann) کا انتخاب، بزبان جرمن بمقام کاسان (Kasan) ۱۸۲۸ء

" خرموے صاحب (Chormoy) کا انتخاب درزبانِ روسی بمقام سینٹ پٹرزبرگ (St. Petersburg) ۱۸۲۹ء

" اسپیگل صاحب (Spiegel) کا انتخاب، زبان جرمن، بمقام لیپزیگ (Leipzig)

سکندر نامۂ بحری، ڈاکٹر ایتھ (Dr. Ethe) کا انتخاب درزبانِ جرمن ۱۸۷۱ء

" متن مرتبۂ ڈاکٹر اسپرنگر Dr. Sprenger کلکتہ ۱۸۵۲ء و ۱۸۶۹ء۔

**کلام** | مثنویاتِ خمسہ کے علاوہ نظامی کا اور بھی کلام ہے، چنانچہ دولت شاہ نے ان کی ایک غزل جس میں ان کا تخلص بھی موجود ہے، نقل کی ہے، اور لکھا ہے کہ ان کے قصائد، غزلیات، موشحات، اور صنائع کے بیس ہزار شعر ہیں، عوفی کا بیان ہے کہ "بجز ان چند مثنویوں کے نظامی نے کچھ نہیں لکھا۔ نیشاپور میں میں نے ایک فاضل شخص کی زبانی ایک غزل سنی۔[1]" اسکے بعد

[1] لباب الالباب جلد ۲ صفحہ ۳۹۷ مطبوعۂ یورپ۔

اس نے پانچ پانچ شعروں کی تین غزلیں درج کی ہیں، جن میں سے آخری غزل میں نظامی نے اپنے فرزند دلبند کا ماتم کیا ہے۔ کشف الظنون میں لکھا ہے "دیوان نظامی فارسی من النظامی الگنجی صاحب الخمسۃ"۔ لطف علی آذر نے بھی آتشکدہ میں نظامی کے تین قصیدے نقل کیے ہیں، اور لکھا ہے کہ نظامی کا کلام قصائد، غزلیات، اور رباعیات کل بیس ہزار شعر ہیں جو بالفعل نایاب ہیں۔ ہدایت قلی خاں نے اپنے تذکرے[۱] میں نظامی کے تین قصائد (ایک ۲۴ شعر کا دوسرا ۱۶ شعر کا اور تیسرا ۳۷ شعر کا) اور تین تین چار چار شعروں کی ۹ غزلیں مع ایک رباعی کے نقل کیے ہیں۔ ڈاکٹر باخر نے اپنے تذکرۂ نظامی میں لیلی ومجنوں کا ایک شعر درج کرکے اُس سے استدلال کیا ہے کہ لیلیٰ مجنوں کی تصنیف کے بعد (۵۸۴ھ) نظامی نے اپنا دیوان مرتب کیا۔ مؤلف انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا لکھتا ہے:-

"نظامی نے ۵۸۴ھ میں اپنے قصائد وغزلیات کے مجموعہ کو جمع کرکے دیوان مرتب کیا، جو کہا جاتا ہے کہ بیس ہزار اشعار ہیں۔ گو اس کے صرف چند نسخے جو ہم کو دستیاب ہوئے ہیں ایک قلیل تعداد اشعار کی رکھتے ہیں"۔

لیکن پروفیسر براؤن کی رائے میں نظامی کا اور کلام نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسی تخلص کے اور بہت سے شعرا گذرے ہیں جن کا یہ کلام ہوسکتا ہے، اور اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے کہ وہ ایک مدت مدید سے بالکل معدوم اور نایاب ہے"۔

یہ صحیح ہے کہ اسی تخلص کے دیگر شعرا گذر چکے ہیں۔ چنانچہ خود نظامی کے زمانے میں اس تخلص کے تین شاعر موجود تھے[۲] لیکن مذکورۂ بالا بیانات کے علاوہ تمام کتب تذکرہ سے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور اس خیال کو تقویت پہونچتی ہے۔ آغا احمد علی صاحب مرحوم کے پاس ایک مختصر دیوان نظامی کا موجود تھا جس کی نسبت وہ لکھتے ہیں:-

[۱] مجمع الفصحا جلد اول صفحہ ۶۳۷ [۲] چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی۔

"نزد بندہ احمد یک موجز دیوان شیخ نظامی گنجوی، محتوی بر قصائد و غزلیات و رباعیات عارفانہ کہ تخمیناً کلی بانصد بیت خواہد بود موجود است کتابخانہ ام راز و شرفے نامحدود."[1]

نظامی کی غزلیات کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ "باوجودیکہ انھوں نے بلبل کے نغمے اور گل کے رنگ و بُو سے بہت کام لیا، پھر بھی اس کے الفاظ اور بندش میں غزلیت کا مزہ نہیں پیدا ہوا"[2]۔ چنانچہ تذکروں میں ان کی جتنی غزلیں پائی جاتی ہیں وہ پھیکی اور بے مزہ ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

هزار بار بجاں آمدست کار مرا | نگشت عشق تو الاّ یکے ہزار مرا
ز خام کاری، کاسے چناں مکن با من | کہ ہیچ کار تو ناید بہ ہیچ کار مرا
چو بے کنار و میان است عشق تو لابدُ | میانِ دل (کشید) از دیدہ در کنار مرا

× × × × × × × × × × ×

چو بہ جو محنت من ان رُخِ گندم گون است | کہ ہمہ شب رُخ پُر کاہم ازاں پُرخون است
من چو گندم شدہ ام از غم او دل بدو نیم | این غم اُو را بہ یکے جو کہ نظامی چون است

اپنے جگر گوشہ کے ماتم پر یہ غزل لکھی ہے:-

اے شدہ ہمسرِ خوبانِ بہشت | آں چناں عارض و آنگہ بہ خشت
خط نیاوردہ بتو عمر ہنوز | این قضا بر سرت آخر چہ نوشت؟
چہ عجب گر شود ای جان و جہاں | خاک از دیدہ من خوں آغشت
سبزہ زارِ خطت در خاک است | آب کے باز تواں داد بکشت"

اس غزل کے مقابلہ میں خواجہ حافظ کی اس غزل کو دیکھو جو نظامی ہی کی طرح انھوں نے بھی اپنے فرزند کے ماتم میں لکھی ہے کتنی پُر سوز و گداز ہے:-

بلبلے خونِ جگر خورد و گلے حاصل کرد | بادِ غیرت بصدش حال پریشاں دل کرد

[1] ہفت آسمان مطبوعہ ۱۸۷۳ء کلکتہ [2] سخندان فارس صفحہ ۳۰۶

| | |
|---|---|
| طوطی را بہ ہوائے شکرے دل خوش بود | ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد |
| قرۃ العینِ من آں میوۂ دل یادش باد | کہ خود آساں بشد و کار مرا مشکل کرد! |
| ساربان بار من افتاد خدا را مددے! | کہ اُمیدِ کرمم ہمرہِ ایں محمل کرد |
| روے خاکی و نمِ اشکِ مرا خوار مدار | چرخِ فیروزہ طرب خانہ ازیں کہگل کرد |
| نزدی شاہ رخ و فوت شد امکاں حافظ | چہ کنم بازیِ ایام مرا غافل کرد" |

**شاعری** شاعری کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہی، طبع رسا، تحصیل علوم، اور فیض یزدانی

چنانچہ انوری کہتا ہے :-

| | |
|---|---|
| "شاعری را سہ چیز می باید | تاکہ شاعر بر فراد آید |
| طبع و تحصیل و فیض یزدانی | ہر کرا نیست [illegible] |

مبدا فیاض سے نظامی کو یہ سب باتیں حاصل تھیں۔ قدرت نے ان کو ازل ہی سے شاعری کی دولت سے مالا مال کر کے تمام باتوں سے مستغنی کر دیا تھا، ان کی بلند پرواز طبیعت نے فارسی شاعری میں وہ نقش آرائیاں کیں جو بعد میں متاخرین کا سرمایۂ ناز ہیں۔

مثنوی، قصائد، اور غزل لکھنے میں فردوسی، انوری، اور سعدی پیغمبران سخن مانے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے :-

| | |
|---|---|
| "در شعر سہ تن پیمبر انند | ہر چند کہ لا نبی بعدی |
| ابیات و قصیدہ و غزل را | فردوسی و انوری و سعدی" |

لیکن جب قائل قطعۂ مذکور سے پوچھا گیا کہ تم نے اِن تینوں کو تو پیغمبرانِ سخن قرار دیا اور نظامی جو اُستادِ بے بدل ہیں ان کا نام کیوں نہیں لیا؟ تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے پیغمبران سخن کا ذکر کیا ہے اور وہ (نظامی) تو خدائے سخن ہے۔

شعرائے ایران کسی نہ کسی صنفِ خاص میں کمالیت رکھتے تھے، چنانچہ فردوسی رزمیہ میں، خیام فلسفہ میں، سعدی عشقیہ اور پند و موعظت میں، اور حافظ غزل سرائی میں ممتاز تھے، لیکن نظامی

کی نکتہ رس، اور معنی یاب طبیعت نے تمام انواعِ شاعری کو لیا، اور بدرجۂ کمال پہنچایا۔ پختگیِ کلام نظامی کا خاص شیوہ ہے، تمام شعرائے متوسطین و متاخرین اس بات پر متفق ہیں کہ اُن کا سا پختہ گو آج تک پیدا نہیں ہوا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں :-

"نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُر او سربسر آفاق پُر
پختہ از و شد چو معانی تمام — خام بود پختن سودائے خام"

فیضی نے جہاں اور شعرائے نامور کا ذکر کیا ہے لکھا ہے :-

"ز سحر کاری گنجور گنجہ خیز مپرس — کہ داشت کلکش بر گنج غیب ثعبانی
بنظم او برسد نظم غیر اگر برسد — مخیّلِ متنبّی بنقشِ قرآنی"

نظامی نے بہت سی باتیں ایجاد کیں، مثلاً

سب سے پہلے انہی نے پانچ مختلف بحروں میں مثنویاں لکھیں۔
سب سے پہلے انہی نے مخزن اسرار اور ہفت پیکر کی بحر کو مثنوی میں داخل کیا۔
سب سے پہلے انہی نے ایک مثنوی (مخزن) میں پانچ نعتیں لکھیں۔
سب سے پہلے انہی نے ساقی نامہ کی داغ بیل ڈالی۔
سب سے پہلے انہی نے قصیدہ کو مدح سے پاک کیا۔

استعارہ اور تشبیہ میں سب سے پہلے نزاکت اور لطافت جس نے پیدا کی وہ نظامی ہی ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ اس کے موجد قرار دیے جا سکتے ہیں۔ استعارات و تشبیہات جن کو مضمون کے مؤثر اور دلآویز بنانے میں بہت بڑا دخل ہے نظامی کے کلام میں کثرت سے مستعمل ہیں، اور ان کو نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) پیغمبر (صلعم) کی نعت میں فرماتے ہیں۔

"گزیں کردۂ ہر دو عالم توئی — چو تو گر کسے باشد آں ہم توئی"

یعنی تجھ سا اگر کوئی ہے تو وہ خود تو ہی ہے۔ جیسے اُردو میں کہتے ہیں کہ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

اس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ایک ہیں۔ اس صنف تشبیہ کے مخترع ہندی ماہران فن بدیع ہیں، اس کا نام انھوں نے اَنَنیا النکار رکھا ہے۔ فارسی میں اس قسم کی مثالیں اکثر پائی جاتی ہیں۔ مُلّا ظہوری کہتے ہیں :-

"چوں ظہوری بجز ظہوری نیست　　　　در محبت یگانۂ باشد"

دوسری جگہ کہتے ہیں :-

"نتواں گفت زخوبان دگرے می باشد　　　　ہم توئی از تو اگر خوب ترے می باشد"

میرزا جلال طباطبائی نے اپنے منشآت میں یہ شعر نقل کیا ہے :-

"آب رُخِ آئینۂ جم سنم　　　　ہمچو مئے گر بود آں ہم منم"

(۲) "مئے ارغواں کشتہ برجائے جو　　　　بنفشہ درودہ بوقت درو"

کہنا یہ تھا کہ انگیٹھی میں آگ جلائی تو دھواں پیدا ہوا، اس کو اس طرح ادا کیا کہ آتش پرست نے ارغوان بویا، اور بنفشہ کاٹا۔

(۳) شکن گیر گیسوشں از مشک ناب　　　　زدہ سایہ بر چشمۂ آفتاب

اس (معشوق) کی زلف پر شکن نے، جو مشکِ خالص سے بنی تھی، چشمۂ آفتاب (چہرہ) پر اپنا سایہ ڈالا۔

(۴) ز سرسبزی گنبد تابناک　　　　زمرد شدہ لوحِ طفلانِ خاک

کہنا یہ تھا کہ نیلگوں آسمان کے فیض سے نباتات کا رنگ بھی ہرا ہو گیا۔ اس کو اس طرح ادا کیا کہ گنبد تابدار کی سرسبزی سے طفلانِ خاک (نباتات) کی لوح بھی زمرد ہو گئی۔

(۵) لیلےٰ کے چہرے کی تعریف کرتے ہیں :-

"زلفش چو شبے رخش چو باغے　　　　یا مشعلۂ بچنگ زاغے"

لیلیٰ کی زلف کو رات سے، اور اُس کے چہرے کو باغ سے تشبیہ دی ہے۔ پھر دوسرے مصرع میں زلف کو کوّے سے تشبیہ دے کر کہتے ہیں اُس کا باغ سا چہرہ رات جیسی زلفوں کے نیچے

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوّے کے پنجے میں کوئی مشعلہ کی چیز ہو۔

(۶) دخاں از برِ شعلۂ آذری چو بر سرخ گل برگ نیلو فری

آگ کا شعلہ بھڑکا اور اس میں سے جو دھواں اُٹھتا تھا اُس کو تشبیہ اور استعارہ میں اس طرح ادا کیا کہ شعلہ کے سر پر دھواں ایسا خوش نما معلوم ہوتا تھا جیسے گلِ سرخ پر برگ نیلو فر یعنی معشوق کے سرخ سرخ رخسارہ پر سیاہ بال۔

اب ہم نظامی کی چند اقسام نظم، مثلاً، جذباتِ انسانی کا اظہار، منظر نگاری، عشقیہ، رزمیہ اخلاقی، فلسفیانہ وغیرہ کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

جذبات انسانی یہ بھی ایک شاعری کے انواعِ لطیفہ میں سے ہے۔ قُدماء میں سوائے فردوسی کے اس صنف میں نظامی کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ جذبات انسانی کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے ہو بہو تصویر کھنچ جاتی ہے۔ مثلاً، سکندر کی دارا کے ساتھ مبارز طلبی، دارا کا خود اپنے نوکروں کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مرنا — سکندر کا اُس کے پاس جانا، اور دارا کا سر اپنی گود میں لینا — دارا کا اس سے حسرتناک باتیں کرنا، نظامی نے اس قدر موثر اور درد انگیز طریقہ پر بیان کیا ہے جس سے جذباتِ انسانی مشتعل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

"سر خستہ را بر سرِ راں نہاد شب تیرہ بر روزِ رخشاں نہاد
فرو بستہ چشم آں سر خوابناک بدو گفت "برخیز ازیں خون و خاک!
رہا کن کہ در من رہائی نماند چراغ مرا روشنائی نماند
سپہرم بر آں گونہ پہلو درید کہ شد در جگر پہلویم ناپدید
تو اے پہلواں! کاہ ری سوے من نگہ دار پہلو ز پہلوے من
کہ با آں کہ پہلو دریدم چو میغ ہمی آید از پہلویم بوے تیغ
سرِ سروراں را رہا کن ز دست تو مشکن کہ مارا جہاں خود شکست!
چہ دستی کہ با ما درازی کنی بتاجِ کیاں دست بازی کنی

نگہدار و سنت کہ دار است ایں! | نہ پنہاں چو روز آشکار است ایں
چو گشت آفتاب مرا روے زرد | نقابے بمن در کش از لاجورد

مبیں سروری در سر افگندگی | چو من شاہ را در چنیں بندگی!
دریں بندم از محنت آزاد کُن | بآمرزشِ ایزدم شاد کن،
رہا کن کہ خواب خوشم می بَرد! | زمیں آب و چرخ آتشم می برد
نگرداں سرِ خفتہ را از سریر | کہ گردون گرداں برآرد نفیر
زمانِ من اینک رسد بے گماں | رہا کن بہ کام خودم یک زماں
اگر تاج خواہی ربود از سرم | یکے لحظہ بگذار تا بگذرم

چو من زیں ولایت کشادم کمر | "تو خواہ افسرِ من ستاں خواہ سر"
سکندر بنالید "کاے تاجدار! | سکندر منم، چاکر شہریار!
نخواہم کہ بر خاک باشد سرت | نہ آلودۂ خوں شود پیکرت
ولیکن چہ سود است کیں کار بود | تاسف ندارد کنوں ہیچ سود
اگر تاجور سر برافراختے | کمر بندِ او چاکری ساختے
دریغا بدریا کنوں آمدم! | کہ تا سینہ در موج خوں آمدم
چرا امر کہم را نیفتاد سُم | چرا پے نہ کردم دریں راہ گُم
نگر نالۂ شاہ نشنیدمے | نہ روزے بدیں روز ہم دیدمے

بدارالے گیتی و دانائے راز | کہ دارم بہ بہبود دارا نیاز
ولیکن چو بر شیشہ افتاد سنگ | کلید در چارہ ناید بچنگ
دریغا کہ از نسل اسفندیار | ہمیں بود بس ملک را یادگار

چہ بودے کہ مرگ آشکارا شدے | سکندر ہم آغوش دارا شدے

+ + + + + + + + + + + + +

بچارہ گری چوں ندارم تواں | کنم نوحہ بر زادِ سروِ رواں
چہ تدبیر داری مرادِ تو چیست؟ | امید از کہ داری وبیت زکیست؟
چو دارا شنید آں دمِ دلنواز | بخواہش گری دیدہ را کرد باز
بدو گفت "کاے بہتریں بختِ من | سزاوار پیرایۂ تختِ من
چہ پرسی؟ زجان بجاں آمدہ | گلے در سمومِ خزاں آمدہ
زبے آبیم سینہ سوز دروں | قدم تا قدم غرق دریاے خوں

+ + + + + + + + + + + +

جہاں غارت از ہر درے می برد | یکے آورد دیگرے می برد
زو ایں آنانکہ ہستند نیز | ز آنانکہ رفتند، رستند نیز
بہ بیں روزِ من راستی پیشہ کن | تو نیز از چنیں روزے اندیشہ کن

---

منظر نگاری - مناظر قدرت میں باغ و بہار کی تعریف شعراے ایران کا عام موضوع رہا ہے جس پر ابتداے آج تک سب طبع آزمائیاں کرتے آئے ہیں، چنانچہ نظامی نے بھی اس میں دادِ سخن دی ہے، منوچہری دامغانی کے سوا قدما میں سے کسی نے نیچر کی ایسی دلکش تصویر نہیں کھینچی جیسی نظامی نے۔ ملاحظہ ہو، سرسبز و شاداب مرغزار میں جانوروں کا چرنا، پاس ہی چشموں کا بہنا، اشجار ثمردار کی سرسبز شاخوں کو نسیم صحرا کا ہلانا وغیرہ کا نظامی نے نیچرل سماں آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا ہے :-

"چو مینو چراگاہے آمد پدید | کہ از خرمی سر بہ مینو کشید
بہ ہر پنج گاہے دراں مرغزار | روانہ شدہ چشمۂ خوشگوار
ہوای خوش و بیشہ ہاے فراخ | درختاں بار آور و سبز شاخ
رواں آب در سبزہ آب خورد | چو سیماب بر پیکر لاجورد

گیاہان نورستہ از آب پُر　　چو بر شاخ مینا بر آوردہ دُر
پے آہو از چشمہ انگیختہ　　چو بر نیفہا نافہا ریختہ
سُمِ گور بر سبزہ خارید جاے　　چو بر سبزہ دیبا خطِ مشکساے
ہوا بے خس و سبزہ بے خار بود　　دگر بود خار انگبیں دار بود
ز شیریں گیاہاے کوہ و درہ　　شکر یافتہ شیر آہو برہ
ہر آہو کہ با داغ آزادہ بود　　ز نافہ کشی نافش افتادہ بود
گوزنے کز و روے بر خاک داشت　　بچشمش جہاں چشم تریاک داشت
حریرِ زمیں زیر سُمِ ستور　　شدہ کور چشم از پے چشمِ گور"

باغ کا نظارہ، انواع و اقسام کے پھولوں کا ذکر، طیور کی نغمہ سرائی.

"خندید شگوفہ بر درختاں　　چوں بخت روے نیک بختاں
گُل یافت ستبرقِ حریری　　شد باد بگوشوارہ گیری
غنچہ کمر استواری کرد　　پیکاں کشی ز خاری کرد
از لالۂ لعل و از گُلِ زرد　　گیتی علم دو رنگ بر کرد
نرگس ز دماغِ آتشیں تاب　　چوں تب زدگاں نجستہ از خواب
زاں چشمۂ سیم کز بہمن رست　　نسریں ورقے کہ داشت می شست
نیلوفر از آفتابِ گل رنگ　　بر آب سپر فگندہ بے جنگ
جوشیدنِ قطرہاے بادہ　　خوں از رگِ ارغواں کشادہ
زلفینِ بنفشہ از درازی　　در پاے فتادہ وقتِ بازی
سنبل سرِ نافہ باز کردہ　　گُل دست بہ او دراز کردہ
سوسن نہ زباں کہ تیغ در بر　　نے نے غلطم کہ تیغ بر سر
شمشاد بہ جعد شانہ مے کرد　　گلنار بہ نار دانہ مے کرد

سیرابی سبزہ ہای نوخیز | از لولوی تر زمرد انگیز

× × × × × × × × × × × ×

بلبل ز درخت سر کشیدہ | مجنوں صفت آہ بر کشیدہ
دُرّاج ز دل کبابے انگیخت | قمری نمکے ز سینہ می ریخت
ہر فاختہ بر سر خیارے | در زمزمۂ حدیثِ یارے
مرغان زباں گرفتہ چوں زاغ | بکشادہ زبان مرغ درباغ"

---

**سراپا نگاری** یعنی کسی چیز کا حلیہ بیان کرنا ۔ اکثر مدحیہ قصائد میں شعرا بادشاہ کی تعریف کے ساتھ اُس کی تلوار اور گھوڑے وغیرہ کی بھی تعریف کرتے تھے ، قدما میں منوچہری نے اس میں زور سخن دکھایا ، اور گویا وہی اس کا موجد بھی ہی ۔ گو متاخرین بلند پروازی کرکے اس میدان میں آگے نکل گئے ہیں ، لیکن ان کے ہاں محض خیالی باتیں ہیں ۔ نظامی نے بھی اکثر جگہ اپنی مثنویوں میں حلیہ نگاری کا استعمال کیا ہی ، خصوصاً کسی معشوق کا حلیہ بیان کرنے میں اس قدر زورِ تخیل سے کام لیا ہی کہ متاخرین میں اور ان میں بہت کم فرق نظر آتا ہی ۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔

سکندر خاقانِ چین کا مہمان ہی ، خاقان نے کئی بیش بہا تحائف سکندر کی نذر کیے ، ان میں سے ایک گُل اندام معشوقہ (کنیز) بھی ہی ، جس کا سراپا نظامی اس طرح بیان کرتے ہیں :-

کنیزے سیہ چشم و پاکیزہ روی | گُل اندام و تنگ لب و مشکبوے
خرامندہ ماہے چو سروِ بلند | مسلسل دو گیسو چو مشکیں کمند
رخش بر بنفشہ گُل انداختہ | بنفشہ نگہبان گل ساختہ
کمر بستۂ زلفِ او مشکناب | کہ زلفش کمر بستہ بر آفتاب
بلوریں تن و قاقمیں پشتِ او | بہ شکلِ دُمِ قاقم انگشتِ او
نزد بر کس از تنگ چشمی نظر | ز چشمش دہانش بسے تنگ تر

تو گفتی کہ خود نیست او را دہاں | ہماں نام او ہست اندر جہان!
ز ابرو کماں کردہ از غمزہ تیر | بہ تیر و کماں کردہ صد دل اسیر
بر و غبغبے کاب زوے چکید | بر آتش بر آبِ معلق کہ دید؟"

(۲) روشنک دختر دارا کا سراپا،

"رُخی چوں گل و آب گل ریختہ | گلابے ز ہر چشم انگیختہ
زباں کوتہ و زلف و گردن دراز | لب چوں شکر خال با او بہ راز
ز نخ سادہ و غبغب آویختہ | میاں لاغر و سینہ انگیختہ
فریبندہ چشمے جفا جوے نیز | دوا بخشِ بیمار و بیمار نیز
شکن گیر گیسوش از مشکِ ناب | زدہ سایہ بر چشمۂ آفتاب"

---

عشقیہ "ایران کی شاعری کا اصل مایۂ ناز عشقیہ شاعری ہے" نظامی پہلے شخص ہیں جنھوں نے عشقیہ شاعری کی صنف قائم کی، اور عشقیہ مثنویاں لکھ کر اس کو اوج ترقی پر پہنچا دیا غزل گوئی کی ایجاد بھی ان ہی سے ہوئی۔ متقدمین کے زمانہ میں شاعری میں عشق و عاشقی کی روح نہ تھی، نظامی نے عاشقانہ خیالات و جذبات کے اظہار کے لیے ایک مستقل لٹریچر پیدا کر دیا۔ چنانچہ ان کی عشقیہ مثنویاں اس بات کا بیّن ثبوت ہیں، جو عاشقانہ خیالات و جذبات سے اس قدر لبریز ہیں جس کی نظیر قدما کی عشقیہ مثنویوں میں نہیں ملتی۔

رزمیہ رزمیہ نظم جس کو انگریزی میں ایپک پوئٹری Epic Poetry کہتے ہیں، ایک حد تک قوم کے شجاعانہ جذبات کو برانگیختہ کرنے میں پورا دخل رکھتی ہے۔ اس لحاظ سے اہل یورپ اسکو بہترین انواع سخن میں شمار کرتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کا سب سے بڑا شاعر ہومر ہے جس کا فخریہ کارنامہ بھی رزمیہ شاعری ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ہومر کے برابر رزم، دنیا کا کوئی شاعر آج تک نہیں لکھ سکا، لیکن اگر کوئی رزمیہ نظم ایسی ہے جس کو اِلیڈ و اوڈیسی

کے پہلو میں جگہ دی جا سکے، تو وہ فردوسی کا شاہ نامہ ہے۔ شعرائے ایران میں رزمیہ شاعری کے لحاظ سے فردوسی کا کوئی بھی مدِ مقابل نہیں۔ اس صنف میں فردوسی کے بعد دوسرا نمبر نظامی کا ہے۔ چنانچہ سکندر نامہ جو شاہنامہ ہی کا عکس ہے، نظامی کی رزمیہ شاعری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس میں رزمیہ کے تمام اصول بہ وجہ احسن پائے جاتے ہیں۔ مثلاً شروع میں حربی باجوں کا بجنا، ہنگامۂ جنگ، اور شورِ دار و گیر، آلاتِ حرب، رجز، دشمنوں پر حملہ کرنا وغیرہ باتوں کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے :-

حربی باجوں کا بجنا :-

زبس شورشِ کوس روئینہ طاس — بہ گردونِ گرداں در آمد ہراس
شغبہائے شیپور زآواز تیز — چو صورِ سرافیل در رستخیز
زنعرہ بر آوردنِ گاؤ دُم — شد از آسماں زہرۂ گاو گم
دُہلہای گرگینہ چرم از خروش — در آورد مغز جہاں را بہ جوش
زشور یدن طلبک زخم ریز — دماغِ فلک سفتہ از زخم تیز
زشوریدن نالۂ کرنائے — بر افتاد تب لرزہ بر دست و پائے
دلِ ترکتازان وراں دار و گیر — بر آورد از نائے ترکی نفیر

ہنگامۂ جنگ :

زغوغا بر آوردن خیل روس — نگاور شدہ زیرِ شیراں شموس
غبارِ زمیں بر ہوا راہ بست — عنانِ سلامت بروں شد ز دست
زنعل سمندانِ پولاد میخ — زمیں را زجنبش بر آفتاد بیخ
زبس نعرہ کامد بروں از کمیں — فرو اوفتاد آسماں بر زمیں
در آمد بہ جنبش دو لشکر چو کوہ — کزاں جنبش آمد جہانے ستوہ
بر انگیخت رزمے چو بارندہ میغ — تگرگش ز پیکان و بارانِ تیغ

زمینے زگو گرد بے آب تر | ہوائے ز دوزخ جگر تاب تر
چو لشکر بہ لشکر در آمیختند | قیامت زگیتی بر انگیختند "

آلاتِ حرب :-

بہ ابرو در آمد کماں را شکنج | سناباں شدہ تیر چوں مارِ گنج
ستیزندہ از تیغ سیماب ریز | چو سیماب کردہ گریزا گریز
ز پولادِ پیکانِ لشکر شکن | تنِ کوہ لرزید بر خویشتن
خدنگِ سہ پر کردہ زاہن گذار | چو مرغ دو پر بر سرِ مرغزار
ز نیزہ نیستاں شدہ روے خاک | زگوپالہا کوہ گشتہ مغاک
سناں بر سر موے بازی کناں | بہ خوں روے دشمن نمازی کناں
نہنگانِ شمشیر جوشن گداز | بگردن کشی کردہ گردن دراز
لکد کوبِ گرزِ ہفت جوش | برآوردہ از گاو گردوں خروش
زقارورہ ناچخ وبید و برگ | قوارہ قوارہ شدہ ورع و ترگ "

رجز :-

" چنیں گفت با پہلوانانِ روم | کہ فردا دریں مرکزِ سخت بوم
بکوشیم کوشیدنی مردوار | رگِ جاں بکوشش کنیم استوار
اگر دست بردیم ما راست ملک | وگر ما شدیم آنِ دار است ملک
قیامت کہ پوشیدہ از راے ماست | بود روزِ آں روز فردائے ماست "

اسلحۂ جنگ سے آراستہ ہوکر دشمن پر حملہ کرنا :-

" جرم نامی از کوہ لاگن چو کوہ | در آمد کز و عالم آمد ستوہ
یکے ترگِ (نام نہادِ اوز) زد آہنی بر سرش | کہ پیکار می ریخت از پیکرش
قباے زرہ بر تنش تاب دار | چو سیماب روشن چو سیم آب دار

بشر وہ در آمد چو شیرِ دماں | زگفتن نداوش زبانے اماں
چناں راند شمشیر بر شیر مرد | کزاں شیر شرزہ برآورد گرد
چو افتاد دشمن دراں پاے لغز | بہ سُمِ سمندش بسائید مغز
دوالی چو دید آں چناں گردنے | نہ گردی بہ مانا کہ گردن زنے
بہ پیچید و پیرایۂ جنگ خواست | پسیج شدن کرد و در جنگ راست
تبارک برآورد روی آہنیں | یکے ترک سفتہ زپولاد چیں
حمائل یکے تیغ زہر آبدار | کمندے چو زلف بتاں تابدار
فرس را بر انگند برگستواں | بزیں اندر آمد چو کوہِ رواں
سوے دشمن آمد چناں تازہ روے | کہ طفل از دبستاں در آید بکوے
جرم چوں دراں فرزیندہ دید | دل از جنگ شیراں تکیبندہ دید
ولیکن نبودش سرِ باز گشت | بناچار با مرگ دمساز گشت
بگرد دوالے در آمد دلیر | دوالک ہمی باخت با تُند شیر
بسی حرف در بازی اندوختند | ز رحمت یکے حرف ناموختند
دوالی کمر بست چوں شیرِ نر | زدش ضربتے بر دوالِ کمر
گزارندہ شد تیغ بے ہیچ رنج | دو نیمہ شد آں کوہِ فولاد سنج
بدینگونہ آں کوہِ پولاد پشت | بسے گُرد لشکر شکن را بکُشت "

---

اخلاقی شاعری

نظامی کا کلام اخلاقی شاعری سے مملو ہے، خصوصاً مخزنِ اسرار، جو ان کی سب سے پہلی مثنوی ہے۔ خاص اسی موضوع پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے تمام کلام میں جابجا اخلاقی باتیں درج ہیں۔ کسی نے ان کے تمام اخلاقی اشعار کو یکجا جمع کرکے اس کا نام "انتخابِ پنج گنج" رکھا ہے۔ اس مجموعہ کا ایک نہایت خوش خط اور مطلا قلمی نسخہ ریاست

جونا گڈھ کی بہادر خانجی لائبریری میں موجود ہے۔

فلسفیانہ شاعری | علامہ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ "فلسفیانہ مسائل نظامی نے اس حد تک لکھ دیے ہیں کہ زبان کی کم مائگی کی شکایت نہیں ہو سکتی، اور اگر متاخرین ان کے نقش قدم پر چلتے تو فارسی زبان ایک فلسفیانہ زبان بن گئی ہوتی" بلا شبہ نظامی نے جہاں فلسفیانہ مباحث کو نظم کیا ہے وہاں بہت کم عربی الفاظ کو دخل دیا ہے، لیکن اس سے فارسی کا فلسفیانہ زبان بنجانا ایک غیر متوقع امر تھا؛ کیونکہ اول تو جتنی فلسفیانہ اصطلاحات عربی زبان کی ہیں اُن کو اگر فارسی کا جامہ پہنایا جاتا تو بلحاظ غیر مانوس ہونے کے ان کے سمجھنے میں بڑی دقت واقع ہوتی اور فلسفہ کی حالت فارسی زبان میں آکر ایسی ہوجاتی جیسی آج کل کسی عمدہ انگریزی ناول کے اُردو ترجمہ کی! یہی سبب ہے کہ بو علی سینا کی حکمتِ علائیہ معما ہو کر رہ گئی۔ دوسرے یہ کہ نظامی نے فلسفہ کے صرف چند مسائل بیان کیے ہیں جن میں سے اکثر تو فلسفۂ اخلاق سے متعلق ہیں، اور بعض الہیات اور طبیعات کے، اور وہ بھی ابتدائی مسائل مثلاً ابتدائے موجودات، عناصر، سلسلۂ علل وغیرہ کے متعلق صرف یونانی حکما کی آراء نقل کی ہیں، علاوہ ازیں جو اصطلاحیں نظامی نے عربی سے فارسی کے قالب میں ڈھالیں وہ ایسی ہیں کہ بڑی مشکل سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ مثلاً :- پوئیدہ، فرسودن، توانائی، بخش، افسردگی، کیا ان سے کوئی شخص متحرک بالارادہ، تغیر، وجود، نوع، اور قسر کے معنی سمجھ سکتا ہے؟

تجاذب اجسام | علم طبیعات کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ کُل اجسام، اور کُل ہستیاں مختلف ذرات سے مرکب ہیں۔ ہر جسم اور ہر ہستی خواہ کسی نوع سے ہو، اپنی نوع کے ساتھ ایک قسم کی کشش اتصالی رکھتی ہے۔ یہی کشش "نظامِ نسبت" کا جزو اعظم ہے جس پر عالم ایجاد و تکوین کا دار و مدار ہے۔ حکما نے اس کو "تجاذب اجسام" کے نام سے موسوم کیا ہے، لیکن نظامی اپنی شاعرانہ زبان میں اس کو بہ الفاظِ دیگر "عشق" سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس اہم مسئلہ کو معمولی مثالیں دے کر یوں سمجھاتے ہیں :-

"ہر آں جوہر کہ ہستند از عدد بیش — ہمہ دارند میل مرکز خویش
گر آتش بر زمیں منفذ نیابد — زمیں بشگافد و بالا شتابد
وگر آبے بماند در ہوا دیر — بمیل طبع ہم راجع شود زیر

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

کہ مقناطیس گر عاشق نبودے — بداں شوق آہنے را کے ربودے
وگر عشقش نبودے در گذرگاہ — نبودے کہربا جویندۂ کاہ
طبائع جز کشش کارے ندارند — حکیماں ایں کشش را "عشق" خوانند"

اسی کو ایک انگریزی شاعر نہایت آسان طریقہ سے یوں ذہن نشیں کراتا ہی:-

The mountains mingle with the river
And the rivers with the ocean.
The winds of heaven mix for ever
With a sweet emotion;

See the mountains kiss high heaven
And the waves clasp one another;
No sister flower would be forgiven
If it disdain'd its brother:
And the sunlight clasps the earth
And the moonbeams kiss the sea.

چشموں کو دریا میں مل جانے کا اشتیاق ہی، اور دریاؤں کو سمندر کا، آسمان کی ہوائیں نہایت ہی جوش کے ساتھ باہم ہمکنار ہوتی ہیں، دیکھو، اونچے اونچے پہاڑ فلک سے بوسہ ستانی کر رہے ہیں، اور سمندر کی موجیں ہم آغوش ہوتی ہیں، افسوس؛ گل کو کون اچھا کہے گا جو اپنے بھائی پھولوں سے الفت نہ کریگا: اور سورج کی روشنی زمین سے بغل گیر ہوتی ہی اور چاند کی کرنیں سمندر کو چومتی ہیں۔

ماخوذ از نظم "فلسفۂ عشق" مصنفہ P. B. Shelly (Loves Philosophy) پرسی بیسی شیلی